5

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

8 تا 14 فروری 2007ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

پچھتاوا

شرک کا ابطال

مسئلہ کشمیر کا حل

الجزائری فوج اور نیشنل فرنٹ کی شازشیں

موجودہ حکومت اور ملکی سالمیت

کیا ابھی وقت نہیں آیا؟

صلہ رحمی

اسلامی یونیورسٹی میں روشن خیالی

تفہیم المسائل

عالم اسلام

دعوتِ انقلاب

میں نے تمہیں ہمیشہ کہا ــــ اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو ــــ شک سے ہاتھ اٹھالو! اور بدعملی کو ترک کر دو ــــ!

یہ تین دھار کا انوکھا خنجر لوہے کی اس دو دھاری تلوار سے زیادی کاری ہے جس کے گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں۔

عزیزو ــــ! اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرلو!

جس طرح آج سے کچھ عرصہ پہلے تمہارا بے موقع جوش وخروش صحیح نہ تھا' اسی طرح آج تمہارا یہ خوف وہراس بھی بے جا ہے ــــ!

مسلمان اور بزدلی ــــ یا ــــ مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ــــ!

سچے مسلمان کو نہ تو کوئی طمع ہلا سکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکتا ہے!

چند انسانی چہروں کے غائب ازنظر ہو جانے سے ڈرو نہیں۔ اگر دل ابھی تک تمہارے پاس ہیں تو انہیں اپنے اس اللہ کی جلوہ گاہ بناؤ ــــ! جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب کے اُمی رسول ﷺ کی معرفت فرمایا تھا ــــ!

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿ۚ۱۳﴾﴾ (الاحقاف)

''جو اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جم گئے تو پھر ان کے لئے نہ تو کسی کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم ــــ!''

ہوائیں آتی ہیں ــــ اور گزر جاتی ہیں ــــ!

یہ صرصر سہی ــــ لیکن اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں ــــ!

ابھی دیکھتی آنکھوں ابتلا کا یہ موسم گزرنے والا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الھدیٰ (265)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ المائدہ

(آیات 52 تا 54)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

''تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم اُن کو دیکھو گے کہ اُن میں دوڑ دوڑ کے ملے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے۔ سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔ اور (اس وقت) اہل ایمان (تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔ اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں' جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں' کافروں سے سختی سے پیش آئیں' اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے' وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے' اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

منافقین کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دیکھیں گے کہ وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں روگ ہے یہود و نصاریٰ کے اندر گھسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اللہ کی مدد پر یقین نہیں' لہٰذا وہ اپنے معاملات کے حل کے لئے انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں گردشِ زمانہ سے اندیشہ ہے کہ کوئی مصیبت نہ آن پڑے۔ اسی لئے ہر کوئی سہارا تلاش کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی فتح لے آئے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور فیصلہ فرما دے۔ پھر جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اُس پر انہیں ندامت ہوگی۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے سارے سہارے دھوکہ تھے ع جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔ اُس وقت اہل ایمان کہیں گے' کیا یہ وہ لوگ ہیں جو قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن کے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور وہ خسارے والے بن کر رہ جائیں گے۔

یاد رکھئے! اہل ایمان کو غلبۂ دین حق کی راہ میں بعض سخت مراحل آئیں گے' مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسے میں اگر کوئی پسپائی اختیار کرنا شروع کر دے اور خطرات سے گھبرا کر تحفظات ڈھونڈنے لگ جائے تو اُس کے نامراد ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تم میں سے جو کوئی بھی اپنے دین سے لوٹ گیا' تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ہٹا کر ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جنہیں اللہ محبوب رکھے گا اور وہ اُسے محبوب رکھیں گے۔ وہ لوگ اہل ایمان کے حق میں بہت نرم ہوں گے مگر کافروں پر بہت بھاری ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہیں کریں گے۔

یہاں لفظ ''یَرْتَدَّ'' آیا ہے۔ ارتداد ایک تو قانونی اور ظاہری ہے' کہ ایک شخص اسلام کو چھوڑ کر ہندو' سکھ یا عیسائی ہو جائے یعنی کفر اختیار کر لے۔ دوسرا ارتداد یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے دین سے پسپائی اختیار کرنا' مثلاً اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد میں لگے ہوئے تھے' بھاگ دوڑ کر رہے تھے' ایثار اور انفاق کر رہے تھے کہ کوئی آزمائش آئی' یا مشکل وقت آیا تو ٹھٹک کر رہ گئے' نہ صرف رک گئے اور آگے بڑھنا چھوڑ دیا بلکہ کچھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا' جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے: ''وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا'' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کیفیت خطرے کی گھنٹی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ اللہ تمہارا محتاج ہے کہ تم اُس کی راہ میں محنت چھوڑ دو گے تو کام رک جائے گا۔ نہیں' بلکہ تم اللہ کے محتاج ہو۔ تمہیں اپنی نجات کے لئے اس فرض کو ادا کرنا ہے۔ اگر تم نے پسپائی اختیار کی تو اللہ تمہیں ہٹا دے گا اور اپنے دین کا جھنڈا کسی اور کے ہاتھ میں دے دے گا' جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ انہیں رشتہ دار اور دوست احباب کہیں گے کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے' Fanatic ہو گئے ہو' تمہیں اولاد کی فکر نہیں' اپنے مستقبل کا خیال نہیں۔ مگر وہ ان کی پروا نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس کردار کو عملاً اختیار کرنے کی توفیق دے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

نماز کا چھوٹ جانا

عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعٰوِيَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ)) (رواہ احمد)

نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔''

تشریح: نماز ارکان اسلام کا اہم رکن ہے۔ یہ مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے۔ اِس کی حد درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اِس حدیث سے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک نماز کا چھوٹ جانا اِس کے مترادف ہے جیسے کہ گھر میں آدمی نے بہت سا مال جمع کیا ہو اور کوئی اُس سے اس کا سارا مال اور اہل و عیال ہتھیا کر لے جائے اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے۔

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پچھتاوا

''ڈیورنڈ لائن تبدیل ہوگی نہ ہم قربانی کا بکرا بنیں گے'' یہ جملہ صدر مشرف نے مسئلہ افغانستان پر خصوصی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ہمارا ماتھا اُسی وقت ٹھنکا تھا جب پاکستان نے افغان سرحد پر باڑ لگانے اور بارودی سرنگیں بچھانے کی بات کی تھی کہ بات اتنی سادہ نہیں ہے اور دراندازی مسئلہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی قوم خوف کو بطور پالیسی اپنا لیتی ہے اور جب حکومتی ذرائع اِس قسم کی خبریں دینے لگتے ہیں کہ ہم فلاں محاذ سے بڑی دلیری اور جرأت سے پسپا ہوئے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ پھر دشمن کے بڑھتے قدم رکتے نہیں پاتے۔ قربانی کا بکرا تو ہم نائن الیون سے اگلے روز ہی بن گئے تھے۔

سوال یہ ہے کہ صدر مشرف کو اب یہ کیوں کہنا پڑا کہ ڈیورنڈ لائن تبدیل نہیں ہوگی۔ سیدھی سی بات ہے کہ امریکہ نے اپنے اگلے مطالبات منوانے کے لئے دباؤ بڑھایا ہے اور کٹھ پتلی افغان حکومت کے ذریعے پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ڈیورنڈ لائن میں تبدیلی کرنے پر آمادہ ہو۔ یہ مُردہ مسئلہ نئی پلاننگ کے تحت زندہ کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت یہ کہا گیا تھا کہ تم ہمارے ساتھ ہو یا دہشت گردوں کے ساتھ اور ہم تمہیں پتھر کے دور میں دھکیل دیں گے' اُس وقت بدحواس نہ ہوا جاتا' ہوش وحواس قائم رکھے جاتے اور پُرحکمت جواب دیا جاتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ امریکہ کو چیلنج کیا جاتا اور خم ٹھوک کر اُس کے خلاف میدان میں اتر آتے' کیونکہ طاقت کے اتنے فرق کے ساتھ کھلم کھلا میدان میں آنا غیر دانشمندانہ قدم ہے۔ البتہ ایسا حکیمانہ انداز اختیار کیا جاتا کہ پاکستان جنگ سے الگ تھلگ رہ سکتا' پھر بھی امریکہ پاکستان کو زبردستی جنگ میں گھسیٹ لیتا تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے دفاع کی بھرپور کوشش کی جاتی۔ اللہ اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے مکمل طور پر الٹ بازی لگائی اور اپنے ہی دشمن کی صف میں کندھے سے کندھا جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔

صدر مشرف نے اپنے اِس غیر اسلامی' غیر اخلاقی اور غیر آئینی فیصلے کے چار فوائد قوم کو بتائے۔ (1) قومی سلامتی کا تحفظ ہوگا۔ (2) ایٹمی اثاثہ جات محفوظ ہو جائیں گے۔ (3) کشمیر کے مسئلہ کا حل ممکن ہو جائے گا۔ (4) معیشت توانا ہو جائے گی۔ آج اگر انتہائی دیانت داری سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم کوئی ایک فائدہ بھی ڈھنگ سے حاصل نہ کر سکے۔ قومی سلامتی کا حال یہ ہے کہ امریکہ جب چاہتا ہے ہماری سرحدی حدود کی بے حرمتی کرتا ہے اور وحشیانہ بمباری کر کے ہمارے سینکڑوں شہریوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ ایٹمی اثاثہ جات کے بارے میں امریکی وزیر خارجہ نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہم نے ہنگامی صورتِ حال میں پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ کشمیر کاز کا یہ حال ہے کہ ہم ہر اگلے روز نئی لچک کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بھارت اٹوٹ انگ کے موقف پر ڈٹا ہوا ہے۔ قرضوں کی ری شیڈولنگ سے معیشت کیا بہتر ہوتی' عوام کی مہنگائی سے کمر ٹوٹ گئی ہے۔

جنابِ صدر! It is never too late to mend! کے مصداق اب بھی وقت ہے' اب اپنا قبلہ درست کر لیں۔ ہم روزِ اوّل سے پکار لگا رہے ہیں کہ اسلام پاکستان کا باپ اور جمہوریت پاکستان کی ماں ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور جمہوریت کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ 60 سال میں ہم بہت سے تجربات کر چکے ہیں۔ ذلت اور رسوائی کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہیں لگا۔ ایک ہی راستہ بچا ہے کہ اسلام کے دامن میں پناہ لے لیں اور جمہوریت بھی وہ اپنائیں جو قرآن اور سنت کے تابع ہو' مغرب کی مادر پدر آزاد جمہوریت ہماری منزل نہیں ہے۔ صدرِ محترم! بکرا قربانی کا ہو یا غیر قربانی کا' اُسے بہرحال ذبح ہونا ہے۔ ہم انسان ہیں' اِس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان ہیں۔ ہمارا سر کٹ تو سکتا ہے غیر اللہ کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ہم غلامی کا قلادہ پہننے کو گردن بھی پیش کر دیں اور واویلا بھی کرتے رہیں۔ مشروط غلامی خود فریبی ہے اور یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ شکار جب جال میں پھڑپھڑائے یا قیدی پنجرے میں بے چین نظر آئے تو اُس کی نگرانی مزید سخت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کے پاس اِس کے سوا کوئی حل نہیں کہ اللہ کی کبریائی کا باآوازِ بلند نعرہ لگاتے ہوئے اِن زنجیروں کو توڑ دیں۔ آج اگر آپ امریکہ کا اتحادی بننے پر پچھتا رہے ہیں تو اِس کا حل موجود ہے اور یہ پچھتاوا دور ہو سکتا ہے' لیکن روزِ قیامت کا پچھتاوا ابدی پچھتاوا ہوگا' ناقابلِ حل ناقابلِ تلافی۔

تا خلافت کی بناء' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 16
شمارہ 5
8 تا 14 فروری 2007ء
19 تا 25 محرم الحرام 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ترپنویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

گرمِ فغاں ہے جرس اُٹھ کہ گیا قافلہ ۔۔۔ وائے وہ رَہرو کہ ہے منتظر راحلہ!
تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور ۔۔۔ تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ!
دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد ۔۔۔ سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ!
اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر ۔۔۔ گردشِ دَوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ
تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گُل تیز تر ۔۔۔ مرغِ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ!

1۔ راحلہ۔ وہ جانور مراد ہے جس پر اسبابِ سفر لادا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب! زمانہ کسی کا انتظار نہیں کرسکتا۔ پس اگر تُو منزلِ مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے تو اپنی زندگی کا ہر لمحہ سفر کی تیاری میں صرف کر۔ افسوس ہے اُس رہرو پر، جس کا قافلہ روانہ ہورہا ہو اور وہ راحلہ کا منتظر ہو۔ قافلہ یقیناً اُسے تنہا چھوڑ کر روانہ ہوجائے گا۔

اِس شعر کا دوسرا مطلب اقبال کے خاص اسلامی لب و لہجے میں یہ ہے کہ اے مسلمان! قافلے کو اذنِ روانگی مل چکا ہے اور وہ اپنی منزل کی جانب آغازِ سفر کے لیے تیار ہے، لیکن تُو جو اِس قافلے کا فرد ہے، زادِ راہ اور سواری کا منتظر یا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے، یہ تو بے عملی اور کاہلی کی دلیل ہے۔ یاد رکھ کہ جو لوگ صاحب ہمت اور عزم و حوصلہ کے مالک ہوتے ہیں، وہ کسی سہارے کے بغیر بھی جدوجہد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اُن کا مقصود تو منزل تک رسائی ہے۔ خواہ اس کے لیے انہیں پابرہنہ بھی جانا پڑے۔

2۔ اے مسلمان! تُو جس دین کا پیرو ہے، وہ عملِ صالح اور جدوجہد کا علم بردار ہے۔ یعنی اسلامی زندگی سرتاپا عمل ہے۔ لہٰذا خانقاہی زندگی یعنی رہبانیت تیرے مزاج کے موافق نہیں ہوسکتی۔ اگر تُو رہبانیت اختیار کرلے گا تو اسلامی زاویۂ نگاہ سے کامیابی حاصل نہیں کرسکے گا۔ اس شعر میں بھی عہدِ قدیم کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ گزر گیا' جب ہمیں خانقاہوں تک ہی محدود رہنا پڑتا تھا۔ اب تو انسان اِس قدر ترقی یافتہ ہو چکا ہے کہ اس کے لیے اِن خانقاہوں کا فرسودہ نظام بے معنی ہوکر رہ گیا ہے۔

3۔ اب تیرے پیشِ نظر مقصد کے حصول میں صرف دو راستے ہیں کہ یا تو دل کو عقل کے تابع کرلے یا پھر دل کو ہی سب کچھ مان کر اُس کے مطابق عمل کر، لیکن یہ بھی جان لے کہ دل کی رہنمائی میں ہی تُو حصولِ مقصد میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اے مسلمان! اگر تُو اسلامی طرزِ حیات اختیار کرنا چاہتا ہے تو تجھے لازم ہے کہ اپنی عقل کو اپنے دل کے تابع کر۔ یعنی عشق کا راستہ اختیار کر۔ اگر تیرا دل عقل و خرد کا غلام ہوگیا تو مقصدِ حیات حاصل نہیں ہوسکے گا۔

4۔ جو شخص بھی خودی کا قائل بلکہ عامل ہو، وہ نہ تو شام و سحر کی گردش میں اسیر ہوسکتا ہے، نہ ہی زمانے کا شاکی ہوتا ہے۔ اس میں تو خودی کے سبب وہ اعتماد پیدا ہوجاتا ہے کہ پھر کسی سے گلہ مند ہونے کی حاجت نہیں رہتی۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے زمانے نے مبتلائے مصائب کررکھا ہے، سمجھ لو کہ ابھی تک اُس نے اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک نہیں پہنچایا' کیونکہ جب خودی کامل ہو جاتی ہے تو ''گردشِ دوراں'' پر حکمران ہوجاتی ہے۔

یہ اقبال کا محبوب موضوع ہے' اسی لیے انہوں نے اسے ہر کتاب میں مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ اقبال کا فلسفہ یہ ہے کہ مومن کبھی گردشِ روزگار کی شکایت نہیں کرتا' کیونکہ وہ تو اس کے تابع فرماں ہوتی ہے۔

5۔ اے بلبل! تیرے نغموں سے گلاب کی رنگت اور بھی نکھر آئی ہے۔ عاشق کی بدولت معشوق کے حُسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں' اور یہی تیری آہ و فریاد کا صلہ ہے جو فطرت کی طرف سے تجھے مل سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کی نوا سنجی اور خون آشامی کا صلہ اِسے اس شکل میں ملتا ہے کہ معشوق کی دلکشی اور شہرت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

منبر و محراب

بسلسلہ پیغام قرآنی

شرک کا ابطال

سورۃ الحج کی آیات 73 اور 74 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 12 جنوری 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

عصر حاضر کی دجالی تہذیب انسان کو عقیدۂ آخرت سے برگشتہ کر رہی ہے۔ اُس کے ہاں حیاتِ دنیا کے بعد ایک اور عالم کا یقین رکھنے اور اِس کا پرچارک کرنے والے لوگ دقیانوسی' جاہل اور احمق کا لقب پاتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ ناداں ہیں جو ''پرانے'' خیالات پر یقین کر کے اپنی دنیوی زندگی کا مزہ کرکرا' اور اپنا عیش و آرام قربان کر ڈالتے ہیں۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ناداں تو اصل میں وہ لوگ ہیں جو متاع غرور کے دھوکے میں پڑ کر اپنی ہستی کی حقیقت بھلا بیٹھے اور راز ہستی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ آخرت پر ایمان رکھنے اور اُس کی دعوت دینے والے لوگ تو اصحاب عقل و بصیرت ہیں کہ یہ حقیقت کا ادراک رکھنے والے ہیں' اور یہی دانشمند ہیں۔

عَنْ شِدَادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَالْمُوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوٰھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ)) (رواہ الترمذی)

شداد بن اوس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دانا وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچانے اور موت کے بعد (کی زندگی) کے لئے اعمال انجام دے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے (مغفرت) کی آرزوئیں کرے۔''

معلوم ہوا کہ آخرت کی فکر دانائی اور دانشمندی کی علامت ہے۔ لہٰذا سمجھداری کا تقاضا ہے کہ بندگان خدا حیات اُخروی کی فوز و فلاح کے لئے جدوجہد کریں' اُس کی کامیابی کو اپنا ہدف بنائیں' دنیا میں مال و دولت کے حصول اور سٹیٹس میں مقابلے کی بجائے دائمی زندگی کی نجات کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں' کہ یہی مقابلے کا اصل میدان ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾﴾ (آل عمران)

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو' جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دلوں میں آخرت کا پختہ یقین پیدا کیا تھا۔ چنانچہ وہ ہستی ناپائیدار کے مقابلے میں شہادت کی موت کو عزیز رکھتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد ملنے والی ہے۔ اور یہی وہ پختہ یقین تھا جس نے انہیں وقت کی بڑی طاقتوں سے معرکہ آرائی کی جرأت و شجاعت اور جذبہ عطا کی۔ دنیا میں آج بھی بہت سے بے سروسامان مسلمان عالمی طاغوت کے خلاف سینہ سپر ہیں' ہر قسم کی اذیتیں برداشت کر رہے ہیں' مگر سر جھکانے پر تیار نہیں۔ وہ ایسا محض اِس لئے

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ناداں تو اصل میں وہ لوگ ہیں جو متاع غرور کے دھوکے میں پڑ کر اپنی ہستی کی حقیقت بھلا بیٹھے اور راز ہستی سے آگاہ نہ ہو سکے

کر رہے ہیں کہ اُن کا مطمع نظر دنیا نہیں آخرت ہے۔ اگر مقصود دنیا ہو تو جرأت و شجاعت کی لازوال داستانیں کیسے رقم کی جا سکتی ہیں۔ ہمت و مردانگی کے اوصاف کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں۔ باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کیسے ہو سکتی ہے۔ اسلامی نظریئے کے لئے بے مثال قربانیاں کیسے پیش کی جا سکتی ہیں۔ دنیا کی محبت تو سرفروشی نہیں' ایمان فروشی سکھاتی ہے۔ پھر تو ضمیروں کی تجارت ہوتی ہے' نظریات کا سودا ہوتا ہے۔ ایک اللہ کے آگے سجدہ ریز ہونے کی بجائے دنیاوی ''خداؤں'' کی پوجا ہوتی ہے اور انسان بزدلی' بے حمیتی اور بے غیرتی کی دبیز پٹیاں آنکھوں پر باندھ لیتا ہے۔ پھر نہ تو ظالموں کا ظلم اِسے دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اُن سے مقابلے کی جرأت پیدا ہوتی اور اُس کی نوبت آتی ہے۔

حضرات! یہ تھا پیغام قرآنی کا خلاصہ۔ یہ خلاصہ آپ کے سامنے تین نکات کی صورت میں پیش کیا گیا' یعنی ایمان باللہ' ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت۔ بغور دیکھا جائے تو پورے قرآن میں انہی تین موضوعات کو مختلف مثالوں اور اسالیب کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ مکی قرآن میں بالخصوص ایمانیات کا مفصل بیان آیا ہے' اور وہ لوگ کہ جو آسمانی ہدایت' رسالت اور آخرت سے انکاری ہیں' انہیں ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔ گویا ایمان' جو پیغام قرآنی کا اساس ہے' مکی قرآن کا مرکزی موضوع ہے۔

اِس سے کسی مسلمان بھائی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ چونکہ ہم ایمان لے آئے ہیں' لہٰذا مکی قرآن سے ہمیں سروکار نہیں۔ ایمان کی دعوت تو غیر مسلموں کے لئے ہے۔ نہیں' بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو ایمان ہم رکھتے ہیں وہ موروثی ہے۔ یعنی ہمیں اپنے والدین سے ورثے میں ملا ہے۔ یہ غیر شعوری ایمان ہے جس میں اکثر و بیشتر یقین کی چاشنی اور گہرائی نہیں ہوتی۔ اِس ایمان کو یقین قلبی کی صورت دینا ضروری ہے' اور اِس کا ذریعہ آیات قرآنی کی تلاوت ہے۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دوکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

پھر یہ کہ دلوں کی غفلت اور زنگ کا علاج بھی قرآن حکیم ہے۔ حدیث رسول ﷺ ہے:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ کَمَا یَصْدَاُ الْحَدِیْدُ اِذَآ اَصَابَہُ الْمَاءُ)) قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا جِلَاؤُ ھَا قَالَ: ((کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ)) (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یاد رکھو' یہ دل زنگ پکڑتے ہیں جیسا کہ پانی پہنچنے پر لوہا زنگ پکڑتا ہے۔'' عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! اس کی جلا کا کیا ذریعہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''موت کو زیادہ

زیادہ کرنا اور قرآن کی تلاوت۔''

اِسی طرح جب ہم مکی قرآن کا گہرائی میں مطالعہ کریں گے' جس میں ایمان اور اُس کی دعوت کا تذکرہ اور

دنیا کی محبت تو سرفروشی نہیں' ایمان فروشی سکھاتی ہے۔ پھر تو ضمیروں کی تجارت ہوتی ہے' نظریات کا سودا ہوتا ہے۔ ایک اللہ کے آگے سجدہ ریز ہونے کی بجائے دنیاوی ''خداؤں'' کی پوجا ہوتی ہے

شرک کی مذمت کی گئی ہے' تو ہم پر حقیقت ایمان واضح ہو گی۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم نے مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے شرک کی شناعت بیان کی ہے اور اُس کی بنیادوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اب اگر ہم اِن کو سمجھ لیں تو شرک کی مختلف صورتوں کی ہمیں پہچان ہو گی۔ ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ شرک کن کن صورتوں میں حملہ آور ہوتا ہے۔

براہیمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوس سینوں میں چھپ چھپ کر بنالیتی ہے تصویریں

قرآن حکیم کا متذکرہ سہ نکاتی پیغام پوری نوع انسانی کے لئے ہے' جس میں ہم مسلمان بھی شامل ہیں۔ یہ پیغام جیسا کہ واضح کیا گیا کہ مکی قرآن کا موضوع ہے۔ تاہم قرآن حکیم اُن لوگوں سے جو ایمان کے دعویدار ہیں' اضافی خصوصی خطاب کرتا ہے۔ یہ خطاب مدنی سورتوں میں ملتا ہے۔ ان سورتوں کی 88 آیات میں ''یا ایھا الذین امنوا'' کہہ کر ہم مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مدنی سورتوں کا موضوع ایمانی طرز زندگی ہے۔ اِن میں مسلمانوں کے لئے عملی پیغام' اُن کی اساسی ذمہ داریوں' بندگی کے تقاضوں اور بحیثیت امت اہل اسلام کے مطلوبہ کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرات! سورۃ الحج جس کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے کہ آیا مکی ہے یا مدنی' کے آخری رکوع میں مکی اور مدنی قرآن یعنی دونوں کے مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ موضوع زیر بحث کے حوالے سے اِس کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔ آیئے' اِس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اس رکوع کے پہلے حصے (آیات 73 تا 76) میں کل نوع انسانی کے نام قرآنی پیغام کا ذکر ہے۔ چونکہ ہم اِس موضوع پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں' لہٰذا اس حصے پر انتہائی اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ......﴾

''لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُسے غور سے سنو''

مثال کیا ہے؟

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ......﴾

''بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے' اگرچہ اس کے لئے سب مجتمع ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو اور جن کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہو کہ وہ بھی اِس کائنات میں کچھ تصرف واختیار رکھتے ہیں' تمہاری مشکل کشائی کر سکتے ہیں' حاجات کو پورا کر سکتے ہیں' تمہیں اولاد عطا کر سکتے ہیں' تمہارے رزق میں اضافہ کر سکتے ہیں' اُن کے پاس تو کوئی بھی طاقت واختیار نہیں۔ وہ بت کائنات کے چلانے اور تمہارے حاجت روائی پر بھلا کیسے قادر ہو سکتے ہیں' جن کا حال یہ ہے کہ وہ ایک مکھی پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے' خواہ سب کے سب اِس کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ بلکہ مکھی کی تخلیق بہت دور کی بات ہے تمہارے لات ومنات اور عزی اور دیگر بتوں کی اتنی قدرت بھی نہیں کہ تم نذر و نیاز کے طور پر اُن کے سامنے جو کچھ رکھتے ہو' اگر مکھی اِن کے سامنے سے انہیں اُٹھالے' چڑھاوے میں سے کوئی چیز لے جائے' تو انہیں اتنی قدرت بھی نہیں کہ اُسے ہی روک سکیں اور اپنا دفاع کر لیں۔ جب تمہارے بتوں کا حال یہ ہے تو پھر یہ بڑی نادانی کی بات ہے کہ خالق و مالک حقیقی کو چھوڑ کر تم اِن کی پرستش کرو۔ دیکھئے' قرآن حکیم نے شرک کی حقیقت کی وضاحت کے لئے اتنی سادہ مثال دی ہے' جسے سُن کر ایک بدو' ایک دہقان اور مزدور بھی اِس کی حقیقت

پریس ریلیز

2 فروری 2007ء

فریضۂ شہادت علی الناس کی ادائیگی کے بغیر امت کے حالات درست نہیں ہو سکتے

ملک میں امن وامان کی خطرناک صورتحال دین کو نافذ نہ کرنے کی سزا ہے

حافظ عاکف سعید

آج ستاون اسلامی ملکوں میں سے کسی ایک جگہ بھی اسلامی نظام قائم نہیں ہے۔ گویا دین کو قائم نہ کر کے مسلمان اپنے عمل سے گواہی دے رہے ہیں کہ اسلامی نظام قابل عمل نہیں ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے سرزمین عرب میں دین اسلام کو بالفعل قائم کر کے نہ دکھایا ہوتا تو آج لوگ اسلامی نظام کو خیالی جنت قرار دیتے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم کر کے شہادت علی الناس کی ذمہ داری امت مسلمہ کو عطا کی۔ لیکن امت آج اس فرض سے غافل ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے بغیر امت کے حالات درست نہیں ہو سکتے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ فریضہ شہادت علی الناس کی ذمہ داری اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتی جب تک دین اسلام کو قائم کر کے نہ دکھا دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ آج عالم کفر اسی بات سے خوف زدہ ہے کہ اسلامی نظام کی برکات دنیا پر آشکارا نہ ہو جائیں' کیونکہ اگر دنیا اسلامی نظام سے متعارف ہو گئی تو طاغوتی قوتوں کا اقتدار قائم نہیں رہے گا۔ نائن الیون کا ڈرامہ بھی اسی لیے رچایا گیا تا کہ افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں شریعت کے نفاذ کی جو کونپل پھوٹی تھی اُسے مسل دیا جائے۔ طالبان کے پاس وسائل تھے نہ وہ جدید علوم سے واقف تھے' شمالی اتحاد کی سپورٹ کر کے پوری دنیا ان کے خلاف برسرپیکار تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے افغانستان میں کامل امن قائم کر کے دکھایا اور جرائم کا خاتمہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے افغانستان میں طالبان حکومت کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ اگر دو چار اسلامی ملکوں میں طالبان جیسا اسلامی نظام قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اس کے برعکس اہل پاکستان نے اللہ سے وعدہ کر کے یہاں دین قائم نہیں کیا' جس کا نتیجہ ہے کہ سٹریٹ کرائم پر قابو پانا مشکل ہو گیا ہے' امن وامان کی صورت حال خطرے کی لائن کراس کر چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بجائے اس کے کہ ہم فریضہ شہادت علی الناس کی ذمہ داری ادا کرتے' ہم نے افغانستان میں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لیے فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار ادا کیا۔ اسی کی سزا ہے جو ہم بھگت رہے ہیں کہ کفار کے مطالبے روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور نہ جانے عذاب الٰہی کے مزید کتنے کوڑے سہنا پڑیں۔ ان حالات میں صرف فریضہ شہادت علی الناس کو ادا کر کے ہی ہم فلاح سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبۂ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی پاکستان)

تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اتنے بڑے مضمون کے لئے اِس قدر سادہ مثال اور دلنشین پیرایۂ بیان یقیناً قرآن حکیم کا اعجاز ہے۔

مثال بیان کرنے کے بعد مشرکین کے اندازِ فکر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾﴾

''طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔''

یہ بظاہر تین الفاظ ہیں' یعنی ضعف' الطالب اور المطلوب' مگر حقیقت میں یہ حکمت کا عظیم خزانہ ہے۔ ضعف الطالب میں اشارہ مشرکین کی ذہنی پستی کی طرف ہے' کہ جو اللہ تعالیٰ رفیع الشان ذات کے مقابلے میں حقیر ہستیوں کو معبود بناتے ہیں' اُن کے سامنے گڑگڑاتے اور اُن سے نفع ونقصان کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ ذہنی گراوٹ کے مالک ایسے لوگ یقیناً انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں۔

اگلی آیت میں شرک کا سبب بیان کیا گیا:

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾﴾

''ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست اور غالب ہے۔''

شرک کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے مقامِ رفیع کو نہ پہچانا۔ انہوں نے اللہ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا کہ اللہ بھی اِسی طرح کا بادشاہ ہوگا۔ دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں کوئی بادشاہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو' اپنے منصب داروں اور فوج کے سہارے حکومت کرتا ہے۔ اُس کے بعض درباری ایسے ہوتے ہیں جن کی بات وہ ٹال نہیں سکتا' کیونکہ وہ انہیں بلیک میل کرنے صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ عام لوگ بادشاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے انہی درباریوں اور وزراء کا سہارا پکڑتے ہیں' تا کہ وہ اُن کی سفارش کریں اور شاہی دربار سے انہیں مفادات حاصل ہو سکیں۔ مشرکین اپنے بتوں کے متعلق یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ وہ بتوں کو اِسی لئے پوجتے تھے تا کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں۔ مگر واضح کر دیا گیا کہ دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ تک رسائی کے متعلق یہ شرکیہ عقیدہ سراسر غلط ہے' ظلم عظیم اور کھلی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے۔ اُس کی سلطنت کسی اور کے بل پر قائم نہیں۔ وہ خود القوی اور العزیز ہے' صاحب اختیار اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ وہ کسی سہارے کا محتاج ہے' اور نہ ہی کسی کو مجال ہے کہ اُس سے بات منوا سکے۔

''ضعف الطالب و المطلوب'' کے حوالے سے اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو افسوس ناک صورتحال سامنے آتی ہے۔ اگرچہ ہم مسلمان ہیں' اللہ تعالیٰ کی واحدنیت پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بجائے امریکہ کو مطلوب کا درجہ دے رکھا ہے۔ مالک حقیقی کی رضا جوئی کی بجائے امریکہ بہادر کی خوشنودی ہمارا مطمع نظر بن چکی ہے۔ وہی ہماری تمناؤں کا مرکز ہے۔ اُسی پر توکل واعتماد کئے ہوئے ہیں۔ اُسی کو نفع ونقصان کا مالک بنا رکھا ہے۔ یہی خوف ہم پر سوار ہے کہ اگر اُس کی اطاعت نہ کی تو ہمارا تورا بنا دے گا۔ یہ اندازِ فکر ہماری ذہنی پستی کا بدترین اظہار ہے' افسوس کہ اِسی بنیاد پر ہماری خارجہ پالیسی تشکیل دی گئی ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

قرآن کہتا ہے کہ انتہائی کمزور' بودے اور لاچار ہیں طالب بھی جو غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں' اپنے دین کو قربان کر رہے ہیں' اپنی اساسی اقدار کا خون کر رہے ہیں' اور وہ مطلوب بھی انتہائی لاچار ہے' جس کے لئے اتنے جتن کئے جا رہے ہیں' خواہ بظاہر وہ کتنی بڑی طاقت کیوں نہ دکھائی دے۔ اصل طاقت واختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی سپریم پاور ہے۔ تمام کائنات کا نظام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اُسی کی جانب سے فیصلے صادر ہوتے ہیں' لہٰذا اُس کو راضی کرو۔ اُس کی قدرت واختیار میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب فرمائے اور شرک کی آلائشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

✿✿✿✿✿

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ

شہادت علی الناس

ایک رفیق......چار احباب

عزیز رفقاء! امیر تنظیم اسلامی نے شہادت علی الناس کے فریضے اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دعوتی تحریک برپا کرنے کا فیصلہ کیا ہے' جس کے تحت ہر رفیق سے درخواست ہے کہ وہ دعوتی نظام کو بروئے کار لاتے ہوئے کم از کم چار احباب تک اپنی دعوت پہنچائے اور سالانہ اجتماع 2007ء میں اُن کی شرکت کو لازمی بنائے۔

وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت:69)

اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے تنظیم کے مرکزی شعبۂ دعوت کی ٹیم پورے پاکستان کا دورہ کر رہی ہے اور رفقاء کو اس اجتماع کے متعلق مزید تفصیلات فراہم کر رہی ہے اِس ٹیم کے آئندہ پروگرام کا شیڈول حسب ذیل ہے:

گوجرانوالہ 18 فروری — ملتان 23 فروری

سکھر 25 فروری

تمام ساتھیوں سے درخواست ہے کہ وہ کثیر تعداد میں اس پروگرام میں شریک ہو کر تنظیمی عہد کی پاسداری کریں!

نوٹ: باقی مقامات کے پروگراموں کا شیڈول ندائے خلافت کے آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے!

المعلن: مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی

67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔فون: 6316638-6366638

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

مسئلہ کشمیر کی تاریخی اہمیت اور اُس کا حل

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی

11 ستمبر 2001ء کے حادثے کے پانچ دن بعد 16 ستمبر کو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ایوان صدر میں علماء و مشائخ کا ایک اجلاس طلب کیا اور اُس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت ملی، حالانکہ میں نہ تو سکہ بند علماء میں سے ہوں اور نہ مشائخ میں سے۔ دراصل صدر صاحب نے یہ اجلاس شرکاء کو اپنی ''یوٹرن پالیسی'' پر اپنا ہم خیال بنانے کے لیے بلایا تھا۔ اجلاس میں جنرل پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں امریکہ کا آلۂ کار بننے کی تین مصلحتیں بیان کیں تھیں کہ ''ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا' امریکہ ہم پر حملہ آور نہیں ہو گا اور مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ وہ تمام مصلحتیں ایک ایک کر کے دامن چھڑاتی جا رہی ہیں۔

مسئلہ کشمیر کو لیجئے۔ ماضی میں بھارت کے مقابلے میں ہمیشہ پاکستان کا یہ موقف رہا ہے کہ پہلے کشمیر پر بات ہو گی' پھر کسی اور مسئلے پر! اور اب بات اس سطح پر آ گئی ہے کہ ہمیں کشمیر پر اپنی روایتی پالیسی سے دستبردار ہونا پڑ رہا ہے۔ آج ہم نے اس مسئلے میں بھارت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ جس جہاد کو ہم چودہ سال سے سپانسر کر رہے تھے اور اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دے رہے تھے' اس سے بھی ہم نے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کا ردعمل کشمیریوں میں یہ ہوا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ راقم جہاد کے نام پر کشمیر میں خفیہ مداخلت کا ہمیشہ مخالف رہا۔ کشمیر کے جہاد حریت میں اگرچہ پاکستان سے بھی بہت سوں نے وہاں جا کر جانیں دیں ہیں، لیکن مصائب کے اصل پہاڑ تو کشمیریوں پر ٹوٹتے رہے ہیں۔ عصمت دریاں تو کشمیری عورتوں اور بیٹیوں کی ہوتی رہیں۔ انہی کے گھروں کو مسمار کیا گیا۔ ان کی کئی کئی آبادیاں جلا دیں گئیں اور انہی کی دکانیں ختم ہو گئیں۔ لہٰذا اب وہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے بے وفائی کی۔

مسئلہ کشمیر اصلاً ہے کیا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ پہلے ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ آزادی کے بعد سے پاکستان اور بھارت کے مابین مسلسل دشمنی کی فضا اور ایک ایسی سرد جنگ کی کیفیت ہے جس نے متعدد مرتبہ تو بالفعل آگ اور خون کی گرم بازاری کی سی صورت اختیار کی اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے مواقع آئے کہ دونوں ملک سورۂ آل عمران کی آیت 103 کے ان الفاظ کے مطابق کہ (ترجمہ): ''تم تو آگ کے گڑھے کے بالکل کنارے پر پہنچ چکے تھے۔'' باضابطہ جنگ کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ رحمت خداوندی نے اسی آیت کے اگلے الفاظ کہ ''تو اللہ نے تمہیں اس سے نجات دے دی!'' کی شان کے ساتھ بچا لیا۔

پاک بھارت سرد جنگ اور مسلسل دشمنی کی فضا کا واحد سبب مسئلہ کشمیر ہے' جو انگریزوں کی عیاری، بدنیتی، خیانت اور بے ایمانی کا عظیم ترین شاہکار ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انگریزوں کو مسلمانانِ کشمیر کے ساتھ کیا ازلی بغض اور خدائی بیر تھا کہ ماضی میں انھوں نے پوری کشمیری قوم کو بہ ع ''قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند'' کے مطابق چند لاکھ ٹکوں کے عوض ہندو ڈوگروں کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور پھر عین تقسیم ہند کے وقت اوّلاً ایک انگریز یعنی ریڈکلف نے اپنے بدنام زمانہ

> **چین، شمالی کوریا، پاکستان، ایران، افغانستان اور روسی ترکمانستان کی مسلم ریاستوں کو کنٹرول کرنے کے لیے امریکہ کو ایک ''پولیس مین'' کے کردار کے لیے ایک دوسرے ''اسرائیل'' کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلے میں بعض اوقات ''خودمختار کشمیر'' کو بھی ایک آپشن کے طور پر پیش کیا جاتا ہے**

''ایوارڈ'' کے ذریعے ریاست جموں و کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کی راہ ہموار کر دی جو نہ صرف یہ کہ تاریخی و جغرافیائی اور مذہبی و ثقافتی جملہ اعتبارات سے پاکستان کا جزو لاینفک اور خاص طور آبی وسائل کے نقطہ نظر سے پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے، اور جو اس بنیادی اصول کے مطابق جو تقسیم ہند کے لیے طے ہوا تھا، یعنی یہ کہ مسلم اکثریت والے تمام ''ملحق علاقے'' پاکستان میں شامل ہوں گے' پاکستان کا حصہ بنتی تھی اور ہے۔ بعد میں جب ریاست کے مسلمانوں نے بغاوت کی اور اس صریح ناانصافی اور بددیانتی کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور پاکستان کے عوام اور بالخصوص قبائلی پٹھانوں نے ان کی مدد کی اور اس مسئلے کے آخری حل کے لیے پاکستان کی فوج کی بس ذرا سی امداد کی کسر رہ گئی تھی، تو ایک دوسرے انگریز یعنی افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے بانیٔ پاکستان اور گورنر جنرل قائداعظم کی خواہش بلکہ حکم کے علی الرغم آڑے آ کر اُس حق تلفی کے فوری ازالے کا راستہ مسدود کر دیا۔ چنانچہ معاملہ یو این او کے سپرد ہوا اور 59 برس سے اُس کی فائلوں میں دفن پڑا ہے۔

وہ دن اور آج کا دن بھارت اور پاکستان کی حکومتیں اور عوام اپنے سابقہ غیر ملکی حکمرانوں کے گھناؤنے کردار کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ چنانچہ اس عرصہ کے دوران بھارت اور پاکستان کے مابین خونریز جنگیں بھی ہو چکیں ہیں۔ جن میں ہزاروں انسان ہلاک اور معذور ہوئے، لاتعداد خواتین بیوہ اور بچے یتیم ہوئے اور ارب ہا ارب روپے کا مالی نقصان دونوں ملکوں کا مقدر بنا۔ مزید برآں عوام کے خون اور پسینے کی کمائی کا بڑا حصہ بجائے عوامی بہبود اور تعلیم و ترقی پر خرچ ہونے کی بجائے بڑی بڑی فوجوں کو ''کھڑی'' رکھنے اور مہلک اسلحہ کی خرید میں صرف ہوتا ہے۔ اس باہمی چپقلش سے وقت کی دونوں سپر پاور نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اگر پاکستان نے اپنے بچاؤ کے لیے امریکہ کی ''پناہ'' حاصل کی تو بھارت نے سوویت یونین کا ہاتھ تھاما اور اس طرح پاکستان اور بھارت دونوں سپر پاورز کی سرد جنگ میں بھی ملوث ہو گئے اور طرفہ تماشا یہ رہا کہ سرد جنگ کے اصل فریقوں یعنی روس اور امریکہ کے مابین تو یہ جنگ ہمیشہ ''سرد'' رہی جبکہ پاکستان اور بھارت کے مابین اس کی بھٹی بار بار دہکتی رہی۔

یہ تو مختصراً اس مسئلہ کی نوعیت اور تاریخ ہے۔ ہندو مسلم منافرت اور پاک بھارت مخاصمت کے قدیم اور تاریخی اسباب کو بالکل ختم کر دینا تو بظاہر اب ممکن نہیں۔ مگر اس سب کے باوجود پاک بھارت مفاہمت کی کسی بھی کوشش میں اوّلیت اور اہمیت موجودہ مسائل ہی کو دینی ہو گی جن میں سرفہرست مسئلہ کشمیر ہے۔ ہندو مسلم منافرت کے ضمن میں بعض حقائق ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کی تاریخ کے حوالے سے ان دونوں قوموں کے مابین تلخی کا زہر گھولنے کا سب سے موثر کام بھی بعض انگریز ''محققین'' اور مؤرخین نے سرانجام دیا ہے۔ جس کی سب سے نمایاں مثال ایودھیا کی بابری مسجد کا معاملہ ہے، اس لیے کہ اس کے بارے میں یہ تحقیق کہ مسجد رام جنم استھان پر بنی ہوئی ہے ایک انگریز ہی کی جانب منسوب ہے اور پھر ایک دوسرے انگریز یعنی سول جج نے بجائے مسئلے کو حل کرنے کے مسجد پر تالا ڈال کر اور مقدمے کو طول دے کر پورے معاملے کو ایک ٹائم بم بنا کر رکھ دیا' جو لگ بھگ سو برس بعد شدید ترین دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور ہندو مسلم کشیدگی میں ایک نئے باب کے اضافے کا موجب بنا۔ ان جملہ حقائق کے علی الرغم یہ بات اپنی جگہ کوہ ہمالیہ کی مانند اٹل ہے کہ مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل

کے بغیر پاک بھارت تعلقات میں مستقل اور پائیدار بہتری کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔
لیکن اصل غور طلب بات یہ ہے کہ خود مسئلہ کشمیر کے

کشمیر میں گہری دلچسپی کے بعد یہ آپشن ہمارے لیے مہلک اور خطرناک بن گیا ہے۔ امریکہ اس وقت روئے ارضی کی واحد سپر پاور کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور وہ اپنی حیثیت کو

مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ہمیں پاک بھارت جنگ یا یو این او کی ثالثی کی بجائے براہ راست پاک بھارت مذاکرات کے ذریعے مفاہمت کا تھرڈ آپشن اختیار کرنا ہوگا

حل کے لیے ہمارے پاس کون کون سے آپشن موجود ہیں اور کیا وہ کسی حد تک قابل عمل اور متوقع طور پر نتیجہ خیز بھی ہیں؟ سب سے پہلے جنگ کو لیجئے' جس کی ماضی میں بار بار دہائی دی جاتی رہی ہے اور اب بھی بعض حلقے اسی کو مسئلے کا حل سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ فی الواقع اور خصوصاً بحالات موجودہ کوئی قابل عمل حل ہے؟ مسلمانان کشمیر پر بھارت کی ننگی جارحیت اور بے پناہ ظلم و بربریت کے خلاف پاکستان کی جانب سے کھلم کھلا اعلان جنگ صرف اُس صورت میں ہوسکتا تھا کہ ہمیں اپنے موقف کے مبنی برحق و انصاف ہونے کے ساتھ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 160 کے ان الفاظ مبارکہ کے مطابق کہ (ترجمہ): ''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا'' اللہ کی نصرت و تائید کا یقین بھی حاصل ہوتا' جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سودی معیشت کے نظام کو جاری رکھنے کے باعث خود ہی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ برسر جنگ ہیں۔ حدود بل کے نام پر فروغ فحاشی اور فروغ زنا کا قانون ہم بنا چکے ہیں۔ اب رہی سہی دینی اقدار کا جنازہ نکالنے کے لیے کوشاں ہیں' تو اللہ کی نصرت و حمایت کی امید کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ بنابریں لے دے کے ہمارا معاملہ مادی اسباب و وسائل کی کمیت اور کیفیت کا رہ جاتا ہے، جس کا تقابلی جائزہ اور موازنہ آئے روز اخبارات میں چھپتا رہتا ہے۔ رہا مسلمانان کشمیر کا سرفروشانہ اور بے مثال جہادِ حریت تو اُس کے ضمن میں بھی حکومت پاکستان نے اخلاقی اور سفارتی اور بعض نجی اداروں کی مدد بند کر کے اسے بھی اس کے انجام تک پہنچا دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی بہت سے حلقوں نے بالخصوص مذہبی گروہوں نے عوام کو بڑے بڑے مغالطے دیئے تھے۔ چنانچہ اوّلاً جہاد افغانستان کا حوالہ دیا جاتا ہے، حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس معاملے میں ایک سپر پاور کی کھلم کھلا، اعلانیہ اور فیصلہ کن مالی اور جنگی مدد حاصل تھی۔ لہٰذا کشمیر کے معاملے میں افغانستان کا حوالہ دینا درست حیثیت نہیں رکھتا۔

مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے دوسرا آپشن یا متبادل راستہ یہ ہے کہ UNO کے ذریعے اور اس کی 59 سالہ پرانی قراردادوں کے مطابق کشمیر پر استصواب رائے کرانے کی کوشش کی جائے۔ یہ راستہ نظری اعتبار سے تو سب سے سیدھا اور اس قضیے کے حل کے لیے بظاہر بالکل ''صراط مستقیم'' اور ''سواء السبیل'' کے مصداق نظر آتا ہے' لیکن امریکہ کی مسئلہ

پوری طرح بروئے کار لانے کے لیے ''نیوورلڈ آرڈر'' یا سیکولرزم کو لانے کے لیے کوشاں ہے، جس کے لیے یو این او اس کے خانہ ساز بلکہ ''خانہ زاد'' ادارے کی حیثیت سے آلہ کار کا کام کر رہا ہے اور اب اس کو اس خطے میں چین، شمالی کوریا، پاکستان، ایران، افغانستان اور روسی ترکمانستان کا مسلم ریاستوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک ''پولیس مین'' کا کردار ادا کرنے کے لیے ایک دوسرے ''اسرائیل'' کی شدید ضرورت ہے، اس تناظر میں اندھے کو بھی نظر آ سکتا ہے کہ۔

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

کا مصداق چچا سام کی نظریں کشمیر پر اس لئے مرکوز ہوگئی ہیں کہ اسے بھارت اور پاکستان دونوں سے ''واگذار'' کرائے۔ اُسے یا تو ایسی ''آزادی'' عطا کر دی جائے جو۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے!

کا مصداق کامل ہو' یا یو این او کی زلفوں کا اسیر بنا دیا جائے' اور اس طرح مشرقی ایشیا کے عین قلب میں ایک دوسرا ''اسرائیل'' قائم کر دیا جائے۔ لہٰذا اسی سلسلے میں بعض اوقات ''خودمختار کشمیر'' کو بھی ایک آپشن کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں عافیت اسی میں ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے، اس دوسرے اور بظاہر سیدھے آپشن کا خیال ذہن سے نکال دیا جائے۔ ورنہ استصواب رائے کے لیے بھارت اور

پاکستان دونوں کی افواج کے کشمیروں سے انخلاء کے بعد ظاہر ہے کہ کشمیر کلی طور پر یو این او کے رحم و کرم پر ہوگا جس کے پردے میں امریکہ اس بندر کا روایتی کردار بآسانی ادا کر سکے گا جس نے دو بلیوں کے مابین روٹی کی ''منصفانہ تقسیم'' کے بہانے پوری روٹی خود ہضم کر لی تھی' جبکہ دونوں بلیاں منہ دیکھتی رہ گئی تھیں۔

مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے ہمیں پاک بھارت جنگ یا یو این او کی ثالثی کی بجائے براہ راست پاک بھارت مذاکرات کے ذریعے مفاہمت کا تھرڈ آپشن اختیار کرنا ہوگا۔ البتہ اس کے ضمن میں ایران اور چین کی خیرسگالی کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے' اور اسے 1947ء کی تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اور پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح حل کیا جائے کہ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو پاکستان میں ضم کر لیا جائے اور صوبوں کی حیثیت دے دی جائے۔ اسی طرح جموں اور لداخ کے غیرمسلم اکثریت کے علاقوں کو بھارت اپنی ریاستیں بنا لے اور وادی کی حد تک بھارت اور پاکستان اپنے ہی اہتمام میں ریفرنڈم کرالیں اور صرف وادی کی حد تک بھارت یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کے ساتھ ساتھ آزادی کا تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کو داخلی خودمختاری تو پوری حاصل ہوگی لیکن خارجہ پالیسی اور دفاع کے معاملات پر بھارت اور پاکستان کی مشترکہ نگرانی ہو گی۔ اس طرح ہم اس علاقے کو کسی بیرونی طاقت کا اڈا بننے سے اور ہارٹ آف ایشیا میں کسی نئے ''اسرائیل'' کے بننے کا راستہ روک سکتے ہیں۔ اس طرح کی ایک مثال سپین اور فرانس کے درمیان سلسلہ کوہ پائرینیز کے دامن میں ایک چھوٹا سا ملک ''اینڈورا'' (ANDORRA) ہے۔ جہاں صدہا برس سے فرانس اور سپین کے نمائندگان کی مشترکہ نگرانی میں آزاد اور خودمختار حکومت قائم ہے۔

ادراکِ حقیقت

خلافت: دشمنانِ اسلام کی نظر میں

مرسل: محمد بن عبدالرشید رحمانی

اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو اسیری کے دوران ایک نہایت عبرت انگریز سبق اموز واقعہ پیش آیا۔ دوران اسیری انگریز کمانڈنٹ آپ کی درویشی سے متاثر ہوگیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ لوگ ہماری خلافت کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ یہ تو ایک مردہ خلافت ہے' اس سے آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا ''مولانا آپ اتنے سادہ نہ بنئے! آپ بھی جانتے ہیں اور ہمیں بھی معلوم ہے کہ یہ گئی گزری خلافت بھی اتنی طاقتور ہے کہ اگر کہیں دارالخلافہ سے جہاد کا اعلان ہو جائے تو مشرق سے مغرب تک لاکھوں مسلمان سر سے کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں گے۔!!

الجزائر میں
فوج اور نیشنل فرنٹ کی سازشیں

سید قاسم محمود

الجزائری عوام کو اسلامی تعلیمات کے اثرات سے ''محفوظ'' رکھنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اُن کی فطری صلاحیتوں کو پروان چڑھنے کا موقع نہ مل سکا اور وہ فکری سطح پر بند گلی میں محصور ہو کر رہ گئے۔ غیر ملکی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے باوجود خود کو آزاد و خود مختار نہ سمجھنے والے شہریوں کی ملکی ترقی و تعمیر میں شرکت کم ہوتی گئی۔ جبکہ دوسری طرف وہ لوگ جو حکمران جماعت (نیشنل فرنٹ) اور فوج میں اعلیٰ عہدوں اور اہم ذمہ داریوں پر فائز تھے' اُن کی ذاتی خواہشات و مفادات نے کرپشن اور بدعنوانی کے عفریت کو اِس قدر خوفناک کر دیا کہ معیشت کی حالت دگرگوں ہوتی چلی گئی۔ حکمران اور حکومت دونوں سیکولر تھے' جبکہ عوام ایک اسلامی اور جمہوری معاشرے کے طلب گار تھے۔ عوام کو یقین تھا اور اب بھی ہے کہ حصولِ آزادی کے بعد ملکی وسائل پر چند لوگوں یا چند خاندانوں کا قبضہ نہیں رہنا چاہیے۔ دولت کا ارتکاز ختم ہونا چاہیے' لیکن فرنٹ اور فوج نے مل جُل کر ایسا نہیں ہونے دیا۔ عوام میں معاشی خوشحالی اور ترقی کا خواب چکنا چور ہو گیا۔

حکمران جماعت کے سامنے ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ اُن پر آزادی کے بعد معاشرے کی تشکیل جدید کی ذمہ داری تھی۔ ان کا مقصد محض ملکی نظم و نسق کو چلانا ہی نہیں ہونا چاہیے تھا' بلکہ ایک طویل' تھکا دینے والی جنگِ آزادی کے کامیاب انجام سے ایک روشن صبح طلوع ہونی چاہیے تھی' جسے طلوع ہونے سے حکومت نے روکا۔ فرانس نے اپنے دور میں مقامی لوگوں کو اُن کی زمینوں سے بے دخل کر دیا تھا' اُن کی جگہ یورپی ملکوں کے لوگوں کو آباد کر دیا تھا یا حکومت کے وفادار لوگوں کو۔ عوام کو بجا طور پر توقع تھی کہ آزادی کے بعد جب نیا سورج طلوع ہو کر نیا دور آئے گا تو اُن کے آباء و اجداد کی زمینیں انہیں واپس کر دی جائیں گی' اور مقامی لوگوں کو جس ظالمانہ طریقے سے تنگ کیا گیا تھا' اُس کا ازالہ ہو سکے گا۔ دولت کی تقسیم کا نیا نظام ہو گا۔ صنعتوں کو فروغ ملے گا اور ایک نئے معاشی نظام کے لیے کام ہو گا جو آمدنی کے لیے صرف اور صرف تیل اور گیس کے ذخائر ہی پر بھروسا نہیں کرے گا' بلکہ کچھ اور بھی منصوبے بندی ہو گی' لیکن حکمران لوٹ کھسوٹ کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ وہ ملکی معیشت کو سہارا دینے کے لیے 95 فیصد تیل اور گیس پر انحصار کرتے رہے' جس سے صنعت و حرفت اور زراعت کی ترقی رُک گئی' بلکہ بے روزگاری' افراطِ زر اور مہنگائی میں سال بہ سال اضافہ ہوتا رہا' جس سے عام آدمی کے لیے زندگی مزید دشوار اور کٹھن ہو گئی۔

اس معاشی اور معاشرتی ابتری نے جس سیاسی بحران کو جنم دیا تھا' اُسے حکمران جماعت ''نیشنل فرنٹ'' اور فوج نے حل کرنے کی بجائے اُلٹی تدبیریں اختیار کیں' یعنی مفادات آپس میں بانٹ لیے' جیسے یہ جنگِ آزادی کا مالِ غنیمت ہو۔ اقتدار عوام کے ہاتھوں میں منتقل ہونے کی بجائے فوج اور نیشنل فرنٹ کے قبضے میں آ گیا۔ حکمران جماعت نے وعدے کیے کہ وہ جمہوریت لائے گی۔ جمہوریت لانے کے سب سے بلند آہنگ دعوے شاذلی بن جدید نے کیے تھے' لیکن وہ بھی ایفا نہ ہو سکے۔ فوج کی مداخلت نے انہیں جمہوریت کی راہ پر چلنے نہ دیا۔ شاذلی خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ اقتدار عوام کے ایسے نمائندوں کو منتقل ہو جائے جو اُن کے مقاصد اور اشتراکی نظریے سے ہم آہنگ نہ ہوں۔ الجزائر کا سیاسی بحران شخصیتوں کا پیدا کردہ ضرور تھا' بہر حال سیاسی بحران کی اصل وجہ نظریاتی بانجھ پن تھی۔ شخصیات بعض موقعوں پر وہ کردار ادا کرنے سے قاصر رہیں جو قومی مفادات کے حوالے سے اُن کا فرض تھا' جبکہ نظریاتی بانجھ پن نے قائدین کو ایک مخصوص دائرے سے قدم باہر رکھنے کی اجازت نہ دی۔ ہر قائد نے ناکام نظام کے اندر رہ کر ہی اُسے کامیاب بنانے کی کوشش کی اور ناکامی کے اسباب جاننے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ناکام نظام کے اندر کامیاب ہو جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ رہبروں کا مقصد ہی رہزنی بن گیا تھا اور اسی لیے وہ ایسے نظام کو تسلسل دینے کی کوشش کرتے تھے جو بہر حال الجزائری معاشرے کے بالکل برعکس اصولوں پر قائم تھا۔

شاذلی بن جدید کا عہد

27 دسمبر 1978ء کو کرنل حوری بومدین کی وفات کے بعد نیشنل فرنٹ اور فوج کے باہمی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ شاذلی بن جدید مسندِ اقتدار تک محض اس لیے جا پہنچے تھے کہ انہیں فوج اور نیشنل فرنٹ دونوں حلقوں میں ایک غیر جانبدار شخصیت کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ انہیں فی الواقع دوسرے غیر جانب دار لیڈروں کے مقابلے میں سب سے زیادہ غیر جانب دار اور اعتدال پسند خیال کیا جاتا تھا۔ وہ فوج اور نیشنل فرنٹ دونوں کے مفادات (الگ الگ) کے بہتر تحفظ کرنے کی پوزیشن میں تھے' اسی لیے انہیں فوجی بیورو کریسی بھی پسند کرتی تھی اور سول بیورو کریسی بھی۔ حوری بومدین نے اُن کے لیے راستہ بھی اس طرح ہموار کر دیا تھا کہ نیشنل فرنٹ کا سیاسی کردار قریب قریب ختم ہو چکا تھا۔ نیشنل فرنٹ کی جگہ بومدین نے سیاسی جرنیل پیدا کیے تھے جو ملک کی ہر طرح کی سیاسی منصوبہ سازی (بلکہ سیاسی منصوبہ بازی) کرتے تھے۔

چنانچہ الجزائر میں ایک ایسی حکومت شاذلی کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے ہی موجود تھی جس میں بظاہر فوج کی شرکت نہیں تھی' لیکن در پردہ تمام فیصلے فوج ہی کرتی تھی' جبکہ نیشنل فرنٹ کی حیثیت محض انتظامیہ کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ شاذلی بن جدید اور اُن کی حکومت کے سامنے فوجی جنتا اور سول بیورو کریسی کے زیرِ اثر ہر وقت یہی بات رہتی تھی کہ کب اور کس موڑ پر ایک اتحادی کو چھوڑنا اور اُس کی جگہ دوسرے اتحادی کو ساتھ ملانا ہے۔

چونکہ فوج اور نیشنل فرنٹ کے درمیان کوئی قابلِ ذکر راز نہیں رہا تھا' اس لیے باہم دست و گریباں رہنے والے سیاسی رہنما فوجی کمانڈروں کی حمایت کرتے اور فوجی کمانڈر اپنے مفادات کی خاطر اپنے سیاسی پسندیدہ سیاسی رہنماؤں کو آگے لاتے۔ اِس دوستی یا جنگ میں پلیٹ فارم نیشنل فرنٹ (پاکستان میں ''مسلم لیگ'' کی مانند) کا استعمال ہوتا۔ جب بھی سیاست دانوں نے کہا کہ فوج کی تنظیم نو ہونی چاہیے اور اس کو بیرکوں میں واپس جانا چاہیے' اُس کا یہی نتیجہ نکلا کہ فوج نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ وہ سیاسی میدان نیشنل فرنٹ کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ فوجی جرنیلوں کو اس قدر طاقت حاصل تھی کہ جب چاہتے' صدر سے کوئی بھی فرمان دستخط کرا کر جاری کرا لیتے۔ چنانچہ انہوں نے شاذلی بن جدید سے ایک آرڈیننس جاری کرایا کہ ایسے سپیشل آرمی یونٹ قائم کیے جائیں جن کے کمانڈر نائبین کا کام کریں گے اور کمانڈر انچیف کی مدد کریں گے' جبکہ کمانڈر انچیف خود صدرِ مملکت تھے۔ اسی طرح فوجی جرنیلوں نے ''ملٹری کونسل'' بنوائی' جس میں بحری' بری اور فضائیہ کے کمانڈر شامل تھے۔ چنانچہ صدرِ مملکت کے مشیر سیاسی رہنما نہیں' بلکہ فوجی کمانڈر تھے۔ شاذلی بن جدید نے جب 1988ء میں ''ہنگامی حالت'' کا اعلان کیا تو یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ فوجی کمانڈر جب چاہیں اپنے اختلافات ختم کر کے حکومت پر دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ ملک میں امن و امان کی ذمہ داری جنرل عبداللہ بالحوشت کی تھی۔ گویا وہ وزیرِ داخلہ تھے۔ یہ قدامت پسند جنرل تھے۔ فوج نے توازن برقرار رکھنے کے لئے اُن کے ساتھ ترقی پسند' سوشلسٹ بریگیڈیئر خالد نذر کو تعینات کر رکھا

تھا۔ شاذلی بن جدید جب بھی عوام کے سامنے آتے، یہ دونوں فوجی اُن کے دائیں بائیں موجود ہوتے۔

جب شاذلی بن جدید نے فروری 1979ء میں مسندِ اقتدار سنبھالی تھی تو فوج اور سیاست کے درمیان باہمی اختلافات اپنے عروج پر تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب دنیا اقتصادی کساد بازاری کا شکار تھی۔ تیل کی قیمتوں میں کمی ہو رہی تھی۔ اس پر الجزائر کے سیاسی بحران نے مزید مخدوش صورتِ حال پیدا کر دی۔ شاذلی بن جدید تو اس نظام کے ایک قیدی تھے۔ وہ آنے والے بحرانوں کا حل کیا نکالتے۔ شاذلی بن جدید نے الجزائر کو عرب تشخص کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔ عرب تشخص کا صاف مطلب یہ تھا کہ دوبارہ عربی زبان و تہذیب سے الجزائریوں کا رشتہ اُستوار کیا جائے۔ لیکن نیشنل فرنٹ کے اندر موجود مختلف نقطۂ نظر رکھنے والوں کی وجہ سے یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ طالب ابراہیمی اور شریف موسیٰ کو فرنٹ کی مقتدر شخصیات کا درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے تہذیبی رویوں پر اپنے شخصی نظریات کی چھاپ لگا دی۔ دونوں میں فکری و نظری سطح پر اختلاف رائے تھا، اس لیے نیشنل فرنٹ میں گروپ بندی ہو گئی۔ بربر لوگوں کا خیال تھا کہ ملک کو عرب ازم سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش پر سنجیدگی سے کام نہیں ہو رہا۔ انہیں یہ خطرہ تھا کہ عرب ازم کی تحریک کی آڑ میں انہیں سیاسی میدان سے نکالنے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ شاذلی کی یہ کوشش اس اعتبار سے بھی نامکمل اور ناتمام رہ گئی تھی کہ اس کے ذریعے عربی طلبہ کو ملازمتیں نہیں مل سکتی تھیں۔ عربی زبان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو فرانسیسی طرزِ تعلیم کے سرپرستوں نے دبا کر رکھا ہوا تھا۔ اب بھی یہی صورتِ حال ہے کہ فرانسیسی اداروں سے تعلیم حاصل کرنے والوں کو عربی مدارس اور کالجوں کے فارغ التحصیل طلبہ پر مکمل فوقیت حاصل ہے۔

الجزائر عرب نہیں ہے

چنانچہ اِس صورتِ حال سے دل برداشتہ ہو کر چند فوجی جرنیلوں نے 1986ء میں بغاوت کی بھی کوشش کی۔ اس بغاوت کو چند عناصر نے ملک میں بے چینی اور بدامنی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس بے چینی کی لہر کا بنیادی نعرہ تھا: ''الجزائر عرب نہیں ہے''۔ یہ ایک افریقی ملک ہے اور عربوں نے الجزائر کی دولت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ نظام عربوں کو تحفظ دے رہا ہے اور بربروں کو نظر انداز کر رہا ہے۔ بربروں کی کوشش یہ رہی ہے کہ الجزائر کا تعلق تاریخی و تہذیبی ورثے سے جوڑا جائے۔ بربروں اور عربوں کی اِس باہمی کشمکش میں عربوں کو فوقیت حاصل رہی۔ چنانچہ پیرس، تیونس، مراکش اور لیبیا میں عرب سفیروں کا تقرر کیا گیا۔

ایک اور اہم مسئلہ یہ درپیش تھا کہ الجزائر کے دارالحکومت میں مکانات کا مسئلہ بھی سیاسی بحران کا منظر نامہ بن گئے۔ اِس شہر میں آٹھ لاکھ انسانوں کے رہنے کی گنجائش تھی، جہاں اب تیس لاکھ انسان بستے ہیں۔ حکام نے آبادی میں کمی کرنے کے لیے نسلی بنیادوں پر کام کیا۔ کمپیوٹروں کے ذریعے وہ علاقے جہاں آبادی کی گنجائش زیادہ تھی، اُن کی نشان دہی کی گئی۔ اِن علاقوں سے لوگوں کو زبردستی نکال کر اُن کے آبائی علاقوں میں جانے پر مجبور کر دیا گیا، لیکن دوسری طرف بیوروکریسی کے لیے اس شہر میں عالی شان اور پرتعیش مکانات تعمیر کیے گئے، جس سے عوام میں شدید ردِعمل ظاہر ہوا۔

دینی مدارس کی بندش

فاتح قوم مفتوح قوم کی رُوح کچلنے کے لیے اُس کی زبان کے تمام رشتے کاٹ دیتی ہے، جن میں ذریعہ تعلیم بھی شامل ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں نے بھی یہی کیا تھا کہ فارسی اور عربی کو برطرف کر کے اپنی انگریزی کو دفتری و سرکاری زبان قرار دے دیا اور ذریعۂ تعلیم بھی بنا دیا۔ فرانس نے بھی الجزائر پر آمرانہ تسلط قائم کرنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے اُن کی زبان اور ذریعہ تعلیم کو تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کو مدرسے اور سکول قائم کرنے کی اجازت نہ تھی۔ نوآبادکار یورپی لوگ حکومت فرانس پر دباؤ ڈالتے رہے کہ الجزائریوں کو تعلیم کے شعبے میں آنے سے سختی سے روکا جائے۔ چنانچہ ایسے قوانین بنا دیئے گئے کہ مدرسہ اور سکول کھولنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یورپی طرز کے سکول جگہ جگہ سرکاری سرپرستی میں کھول دیئے گئے۔ (جیسا کہ مثلاً ہندوستان میں ہوا، سینٹ انتھونی سکول، کیتھڈرل سکول، سینٹ جارج، سینٹ جوزز سکول وغیرہ) مسلمان اپنے بچوں کو بے دین غیر مسلم سکولوں میں بھی بھیجنا پسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ مغربی تہذیب میں رچ بس کر اپنی اصلیت، اپنے مذہب اور اپنی تہذیب سے دور ہو جائیں گے۔

> الجزائری سکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ فرانس کے مشاہیر، تاریخی کارناموں اور واقعات سے بھرپور ہوتی، جس میں اسلام، مسلمان، کلمہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، قرآن وسنت کا ذکر تک نہ ہوتا تھا

فرانسیسی کا نظامِ تعلیم

سرکاری سکولوں کا نصاب مکمل طور پر فرانسیسی تھا۔ کہا گیا کہ اِن سکولوں کے ذریعے الجزائری بچوں کو فرانسیسی تہذیب سے آشنا کرایا جائے گا اور تہذیب سے ناآشنا جاہل الجزائریوں کو مہذب بنایا جائے گا۔ اِس مشن کے تحت فرانسیسی زبان، ثقافت اور تہذیب کو متعارف و مستحکم کرنے کے لیے ایک طویل المیعاد منصوبے پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ان سکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ فرانس کے مشاہیر، تاریخی کارناموں اور واقعات سے بھرپور ہوتی، جس میں اسلام، مسلمان، کلمہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، قرآن وسنت کا ذکر تک نہ ہوتا تھا۔ اِس نظامِ تعلیم کے ذریعے ایک طرف تو مسلمان کو ختم کرنا مقصود تھا اور دوسری طرف ''عرب'' کو۔ سرکاری سکولوں میں داخلے کے لیے طالب علم اور اُس کے خاندان کے بارے میں چھان بین کی جاتی اور مقامی آبادی میں سے ایسے منتخب گھرانوں ہی کے نونہال داخل کئے جاتے تھے جو بڑے ہو کر فرانس کے خوشامدی ملازم کا کردار ادا کر سکیں۔

فرانسیسی نظامِ تعلیم نے الجزائر کی معاشرت اور سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تعلیم ہی کی مدد سے فرانس نے الجزائر اور دیگر نومسلم نوآبادیوں میں انتظامی مشنری قائم کر لی تھی۔ دیہی سکولوں سے لے کر شہروں میں ''سینٹ لوئی'' کی سطح کے اونچے سکولوں تک فرانسیسی نصاب پڑھانے کے پابند تھے۔ عربی بولنا جُرم اور فرانسیسی میں بات کرنا تہذیب یافتہ ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ 1903ء سے پہلے سکولوں میں عیسائی پادریوں اور مبلغوں کو کام کرنے کی کھلی اجازت تھی۔ 1903ء میں یہ کام خود حکومت نے سنبھال لیا۔ اب شہروں اور دیہات میں بے دین اور بے خدا مغربی تہذیب پھیلانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جانے لگا۔ مسلمان ایک طرف اپنے دین کو مسخ ہونے سے بچانے کی جدوجہد کر رہے تھے اور دوسری طرف عیسائیت کے جارحانہ حملوں کا تدارک بھی کرتے تھے۔ فرانس چاہتا تھا کہ وہ الجزائر پر اپنا فوجی تسلط رفتہ رفتہ سول انتظامیہ میں تبدیل کر دے اور اِس تبدیلی کا بہترین طریقہ فرانسیسی نظام تعلیم کا اجرا اور استحکام تھا۔

کرسچین مشن سکولوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے سرکاری امداد دی جاتی تھی اور مسلمانوں کو دینی مدرسے کھولنے کی اجازت بڑی مشکل سے دی جاتی تھی۔ اجازت دینے کے بعد طرح طرح کی پابندیاں اور رُکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں، جن کے باعث مدرسہ قائم کرنے والے دو چار برس میں تھک ہار کر مدرسہ بند کر دینے پر مجبور ہو جاتے۔ 1903ء میں ایک حکم جاری کر دیا گیا کہ دینی مدارس کو محدود اور کنٹرول کیا جائے۔ جس مدرسے میں طلبہ کی تعداد 20 سے کم ہو گی، اُسے غیر قانونی تصور کیا جائے گا۔ جن اوقات میں فرانسیسی سکول کھلے ہوں، اُن اوقات میں مدرسوں میں تعلیم و تدریس نہیں ہو سکتی۔

(جاری ہے)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

موجودہ حکومت اور پاکستان کی سالمیت

مرزا ندیم بیگ

ہماری ملکی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ اس ملک میں سب سے زیادہ حکمرانی کرنے کا ''شرف'' فوجی جرنیلوں کو حاصل ہے اور فوجی حکومتوں کے دور میں اپنوں کو بیگانے بنانے کا عمل جس تیزی سے ہوا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ملکی تاریخ کے پہلے آمر فیلڈ مارشل ایوب خان نے اپنے دورِ صدارت کو طول دینے کے لیے ایسے ایسے غلط اقدامات کیے جن سے ان کے اقتدار کو طول تو مل گیا مگر مشرقی پاکستان کے مخلص اور محب وطن عوام کے دلوں میں مغربی پاکستان کے عوام اور افواج پاکستان کے بارے میں شدید نفرت اور عداوت نے جنم لیا' اور نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ ایوب خانی دور میں نفرتوں اور عداوتوں کے پیدا ہونے والے بیجوں نے یحییٰ خانی دور میں تناآور درخت کی شکل اختیار کر لی اور ملک کی خالق جماعت مسلم لیگ کی جنم بھومی کے لوگوں نے مشرقی پاکستان کو ملک خداداد پاکستان سے کاٹ کر ایک الگ وطن بنگلہ دیش بنا لیا۔ یہی عمل تیسرے آمر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں بھی جاری اور ساری رہا اور ایک موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ملک کو دوبارہ مشرقی پاکستان جیسے سانحے سے بچا لیا۔ جب سندھ میں علاقائی، قومی اور لسانی تنظیموں نے اپنی محرومیوں کو اُجاگر کر کے ایک ایسی تحریک کی شکل دے دی کہ ایک موقع پر سندھ بھی کٹتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

موجودہ حکومت بھی ماضی کے آمروں کے ہتھکنڈوں کو من وعن دہرا رہی ہے۔ سب سے پہلے بلوچستان میں ناراض عناصر سے بات چیت کرنے کی بجائے فوجی آپریشنز کو حل سمجھا گیا۔ ان آپریشنز سے مسئلہ حل ہونے کی بجائے بگڑا ہی ہے اور اب مسئلہ بلوچستان کی حیثیت اُس انگارے کی سی ہے جو راکھ میں لپٹا ہوا ہے اور کسی بھی وقت کسی بڑے الاؤ کو جنم دے سکتا ہے۔ معدنی وسائل سے مالا مال صوبے بلوچستان پر عالمی کفر کی نظریں بھی ہیں اور متعدد مرتبہ امریکہ کے سیاسی پنڈت پاکستان کے حصے بخروں کی پیشین گوئیاں کر کے اپنی حکومت کے عزائم ظاہر کر چکے ہیں۔ اُن کی نظریں پہلے بلوچستان کے صوبے پر لگی ہوئی ہیں۔

موجودہ حکومت نے سندھ کو ایک من پسند لسانی تنظیم کے رحم وکرم پر چھوڑ کر سندھیوں کے اندر سندھی قومیت کے جذبے کو بیدار کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہو گا کہ سندھ میں ایک لسانی تنظیم سے وابستہ ایسے شخص کو گورنر مقرر کیا گیا ہے جس کا دامن مشرف حکومت کے قائم کردہ ادارے نیب کی جانب سے لگائے گئے الزامات کے چھینٹوں سے لت پت ہے۔ پنجاب کا اقتدار بھی حقیقی کی بجائے مصنوعی قیادت کے حوالے ہے اور اس قیادت کی صرف اور صرف دو کارپیاں ہیں۔ ایک ''شاندار'' بسنت شو اور دوسرا واہیات مخلوط میراتھن ریس کا انعقاد۔ مصنوعی قیادت کا اس طرح سے عوام پر حکومت کرنا بھی کسی اعتبار سے صوبے کی سالمیت اور وقار کے حق میں نہیں ہے۔ سرحد کے معاملے میں موجودہ حکومت انتہا پسندی پر عمل پیرا ہے۔

> صلیبی یلغار کا حصہ بننے اور مسلمان ملکوں کے خلاف اڈے فراہم کرنے کے بعد پاکستان پوری دنیا میں تنہا ہو چکا ہے۔ شدید اندیشہ ہے کہ عالمی طاقت کسی بھی لمحے عراق اور افغانستان کی طرح ہمارے دامن کو بھی تار تار کر کے نہ رکھ دے۔

قبائلی علاقوں کا پورا چارج عملاً امریکہ بہادر کے فوجیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے کسی ہنستے بستے گاؤں اور بستی کو قبرستان میں بدل دیتا ہے' مثلاً شروع میں حکومت نے قبائلی علاقے کے باسیوں سے ''معاہدہ'' کیا جسے ''معاہدہ شکئی'' کا نام دیا گیا۔ معاہدے کے فوراً بعد معاہدے کے دوسرے فریق کمانڈر نیک محمد کو میزائل مار کر شہید کر دیا گیا۔ یہ ساری کارروائی امریکی فوجیوں نے سرانجام دی مگر امریکی غلطی کو ہماری حکومت نے اپنے ماتھے کی کلغی بنا لیا اور قبائلیوں کے عزت ووقار کا ذرا برابر بھی بھرم نہ رکھا۔ پچھلے سال جنوری میں امریکی طیاروں نے بمباری کر کے وزیرستان کے ایک گاؤں ڈومہ ڈولہ کو تہس نہس کر دیا۔ اس واقعے میں کئی معصوم اور بے گناہ بچے، بوڑھے' خواتین اور جوان ہلاک ہوئے۔ اور انہیں دہشت گرد قرار دے دیا گیا۔ ستمبر میں دوبارہ حکومت نے قبائلیوں اور مقامی طالبان سے ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کو حکومت نے ایک بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ اپنے دورۂ امریکہ میں جنرل پرویز مشرف نے اس معاہدے کی اہمیت صدر بش پر واضح بھی کی مگر اس کے باوجود امریکی طیاروں نے ایک سرحدی گاؤں کی مسجد اور ملحقہ مدرسے کو نشانہ بنایا اور بے رحمی سے بم برسائے۔ جس کے نتیجے میں 80 بے گناہ طالب علم اور مدرسین شہید ہوئے۔ عوام غم وغصے میں اس امریکی کارروائی پر سراپا احتجاج تھے مگر دوسری جانب صدر بش کی محبت میں غرق ''جنرل مُش اینڈ کمپنی'' حملے اور ہلاکتوں کو اپنے سر لینے میں مصروف عمل تھی۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے کمسن بچوں کو بھی دہشت گرد قرار دیا گیا، اور موقف اختیار کیا گیا کہ حملے کے وقت ''دہشت گرد'' ٹریننگ لے رہے تھے۔ حالانکہ بچے اور معلمین نماز فجر کے لیے تیاری میں مصروف تھے۔ چند روز قبل پھر جنوبی وزیرستان میں ایک کارروائی ہوئی ہے جس میں ایک گاؤں کے قریباً 30 افراد کو موت کی نیند سلا دیا گیا ہے۔ اور یہ سب ''دہشت گرد'' غریب چرواہے اور لکڑہارے تھے۔ اس امریکی کارروائی کو بھی پاک فوج کی ''بہادری'' اور ''شجاعت'' کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔

معلوم نہیں حکومت کی جانب سے امریکی کارروائیوں کو اس طرح اپنے سر لینے کا عمل کب تک جاری رہے گا اور اس کا ملکی فائدہ کیا ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ڈریکولا کے افسانوی کردار کو حقیقت کا روپ دینے والے امریکی صدر جارج ڈبلیو بُش نے عراق میں ہونے والی جن غلطیوں کا اعتراف کیا ہے' اس اعتراف سے بھی ہمارے حکمرانوں کے پیٹوں میں ضرور درد ہوا ہو گا اور وہ دل ہی دل میں ضرور کہہ رہے ہوں گے کہ ''عالم پناہ''، ''ظل سبحانی'' اور ''شہنشاہ وقت'' جارج ڈبلیو بُش ہم سے پوچھتے تو ہم یہ غلطیاں بھی اپنے سر لے لیتے۔

کشمیر کا مسئلہ بھی اصولوں اور روایتی قومی اور ملی موقف کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت اور امریکہ کی مرضی کے مطابق حل کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے' بس چند روز میں اعلان متوقع ہے اور حریت کانفرنس کے رہنماؤں اور ''مجاہد اوّل'' اور اس کے بیٹے موجودہ وزیر اعظم آزاد کشمیر نے بھی بھارتی اور امریکی حل کے لیے تین مرتبہ ''قبول ہے'' کہہ دیا ہے۔ امریکی اور بھارتی مرضی کے مطابق مسئلہ کشمیر کا حل پورے خطے کے لیے خطرناک ہے اور اس کے بعد کشمیر کا جنت نظیر خطہ امریکہ کے لیے ''منی اسرائیل'' بن جائے گا۔

ناگفتہ بہ ملکی صورتحال کے بعد عالمی سطح پر بھی پاکستان کی حالت یہ ہے کہ 11 ستمبر کے بعد جس افغان پالیسی کو ہم نے نظر انداز کر کے مقابلتاً امریکہ کی افغان پالیسی کو اختیار کیا

ہے' اس کے بعد سے ہم امریکی دلدل میں مسلسل دھنستے جا رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ طالبان کی پاکستان نواز حکومت کو ختم کرانے کے بعد ہم نے خود ایک دشمن کو بٹھا دیا ہے اور یہ دشمن حامد کرزائی ہے۔ جو کہنے کو افغان صدر ہے' مگر حقیقت میں اس کی حکومت کا دائرہ کار کابل کی بلدیاتی حدود تک بھی نہیں ہے۔ یہ کھلم کھلا بھارتی ایجنٹ ہے۔ وہ جب چاہتا ہے' ہمارے ملک کو القاعدہ کا حمایتی قرار دے کر ہمیں ڈراتا اور دھمکاتا رہتا ہے اور موجودہ حالات میں افغانستان کا بارڈر ہمارے لیے بھارت کے بارڈر کے مقابلے میں زیادہ خطرناک بن چکا ہے۔ دوسرے برادر ملک ایران کے ساتھ ہمارے تعلقات میں بھی ہماری امریکی نواز پالیسیوں کی وجہ سے پہلے والی محبت اور چاشنی نہیں رہی ہے۔ ایرانی حکومت جنوبی امریکہ کے ممالک کے ساتھ بہتر سفارتی اور تجارتی تعلقات قائم کرنے میں مصروف ہے اور یہ ممالک امریکہ کے مخالف ہیں جبکہ دوسری جانب ہمارے حکمران پاکستان کو امریکہ کے وحشی فوجیوں کے لیے قتل گاہ بنانے میں مصروف ہیں۔ امریکہ کے صلیبی لشکر میں شمولیت کے بعد تیسرے برادر ملک چین کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات متاثر ہوئے ہیں اور چین جو کبھی ہمارا قابل اعتماد دوست ہوتا تھا اب اس کے ساتھ تعلقات میں پہلے جیسی گرمجوشی نہیں رہی۔ ماضی میں اسلامی دنیا پاکستان کو امت کی امامت کا اہل سمجھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کو پوری امت نے اپنے دھماکے سمجھ کر جشن منایا تھا۔ مگر آج ہمارے حکمران ٹولے نے افغانستان کی تباہی و بربادی کے لیے اڈے فراہم کر کے' عراق میں امریکہ کی وحشیانہ لشکر کشی کی تحسین کر کے اور صومالیہ کے معصوم عوام پر امریکہ طیاروں کی وحشیانہ بمباری پر خاموشی اختیار کر کے امت مسلمہ کو بھی ناراض کر لیا ہے۔ بلکہ موجودہ حکومت کے وزیر اور مشیر امت مسلمہ کی وحدت کے تصور کا تمسخر اور استہزاء اڑاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''سب سے پہلے مسلمان'' کی بجائے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ اختیار کیا گیا۔ اپنے عوام پر امریکی طیاروں کی بمباری کو اپنے سر لینے کے بعد پاکستان کی وحدت میں دراڑوں کے امکانات پہلے کی نسبت سوگنا بڑھ چکے ہیں اور صلیبی یلغار کا حصہ بننے اور مسلمان ملکوں کے خلاف اڈے فراہم کرنے کے بعد پاکستان پوری دنیا میں تنہا ہو چکا ہے۔ ہمارے عاقبت نااندیش حکمران جس عالمی طاقت سے اپنا دامن جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کسی بھی لمحے عراق اور افغانستان کی طرح ہمارے دامن کو بھی تار تار کر کے رکھ دے گی۔ بھارت سے ایٹمی اور تجارتی معاہدے کرنے والے کبھی بھی ہمارے ملک کی سالمیت نہیں چاہیں گے۔ پاکستان کی وحدت و سالمیت اور امت مسلمہ میں کھوئے ہوئے مقام کو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حاکم الحاکمین کے دامن سے وابستہ ہو جائیں اور پاکستان کو اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا گہوارہ بنا دیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو خاکم بدہن ع

ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔''

کیا ابھی وقت نہیں آیا؟

فرقان دانش خان

پاکستانی عوام کی اسلام پسندی تو اس وقت سے یارلوگوں کی نظروں میں کھٹک رہی ہے جب قرارداد مقاصد منظور ہوئی تھی۔ تبھی ہمیں اسلام پسندی کے بخار سے نجات دلانے کے لیے طرح طرح کے علاج تجویز کیے گئے۔ گاہے گاہے نصاب تعلیم پر طبع آزمائی کی جاتی رہی۔ ماڈرن ازم کو فروغ دینے کے لئے پی ٹی وی کا اجراء کیا گیا' جس کی ابتدا ہی اس فیصلے سے ہوئی کہ داڑھی' اچکن کا مذاق اڑایا جائے گا اور جدیدیت کو پاکستانی معاشرے میں سرایت کرنے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا جائے گا۔ وہ تو بھلا ہو جنرل ضیاء الحق مرحوم کا جنہوں نے پی ٹی وی کو دوپٹہ اوڑھا کر اور اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو نصاب کا حصہ بنا کر ان کے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔

خیر یہ تو ماضی کا ذکر تھا' ماڈرن ازم کی کوکھ سے روشن خیالی کی حالیہ لہر کا جنم نائن الیون کے ڈرامے سے ہوا' جسے ہم نے افغانی مسلمان بھائیوں کے خون کی گھٹی دے کر پروان چڑھایا۔ روشن خیالی کی پرورش کا سفر دینی مدارس کی ناکہ بندیوں' خطباء کی زبان بندیوں' کیبل کے ذریعے بے حیائی کو گھر گھر عام کرنے' نصاب تعلیم کی تطہیر' مخلوط میراتھن ریسوں' بسنت کی رنگینیوں' اذان پر پابندیوں' سرحدی مدرسوں پر بمباریوں سے ہوتا ہوا رقص و موسیقی کی محفلوں کے انعقاد' مسجدوں کے انہدام اور حدود اللہ پر اعتراضات تک پہنچ کر ختم نہیں ہوا بلکہ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے خاتمے اور ہم جنس پرستی کے فروغ کی راہ ہموار کرنے کی شاہراہ پر بڑی تیزی سے جاری ہے۔

روشن خیالی پھل پھول رہی ہے' قہقہے لگا رہی ہے' اور اسلام پسندی اس کی جرأتوں پر پیچ و تاب کھا رہی ہے۔

اللہ کے دین اور اس کے ماننے والوں کا ایسا مذاق کبھی نہیں اڑایا گیا ہوگا' جیسا اس روشن خیالی نے اُڑایا ہے۔ یہ واقعات اپنے دین سے محبت رکھنے والے کسی بھی شخص کے دل و دماغ کو مفلوج کرنے کے لئے کافی ہیں۔ روشن خیالی کے اس سفر کو بعض سرپھروں نے روکنے کی کوشش بھی کی لیکن ان کی کچھ نہ بن پڑی۔

خدایا! یہ روشن خیالی کہاں جا کر رُکے گی' رُکے گی بھی یا نہیں؟...... اسلام پسند اپنے دین' اپنے ایمان کی حفاظت کیسے کریں؟ روشن خیالی کا راستہ روکا جائے تو کس طرح؟ یہ سب سوچ سوچ کر میرا دماغ غم و غصے سے پھٹا جا رہا ہے۔ کیا کروں؟ کیا بم باندھ کر خود کو اُڑا دوں۔ نہیں! یہ انتہا پسندی ہوگی!!

یکم محرم الحرام سے اسلامی سال کا آغاز ہوا تو واقعہ کربلا کا سبق یاد آیا۔ اب کچھ کرنا ہی ہوگا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ فیصلہ کر لیا جائے' ہمیں روشن خیالوں کے کیمپ میں رہنا ہے یا اسلام پسندوں کے۔ اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا اور بالآخر وہ قدم اٹھا ہی لیا۔ 9 محرم کی صبح میں نے اپنا نیا رنگین ٹی وی صحن میں رکھ کر اینٹیں مار مار کر چکنا چور کر دیا۔

میرے معصوم بچوں نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے تالیاں بجا کر اس کارِ خیر کا خیر مقدم کیا۔

حال یقیناً پریشان کن ہے لیکن مستقبل مایوس کن نہیں۔ آلۂ روشن خیالی کے ٹوٹنے پر اگلی نسل نے تالیاں بجا بجا کر روشن خیالی کو مسترد کر دیا۔

روشن خیالی مردہ باد!!

صلہ رحمی

سرفراز احمد

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے رشتہ دار ہیں۔ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں' وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان پر احسان کرتا ہوں' وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ہر معاملہ میں تحمل کا مظاہرہ کرتا ہوں' وہ جہالت پر اترتے رہتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو تو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے۔ (یعنی وہ خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل رہے گی' جب تک تو اپنی اس عادت پر جما رہے گا۔ (بخاری)

مندرجہ بالا حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے صلہ رحمی کی ایک بڑی فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب تک کوئی ایمان والا آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہتا ہے تو اللہ جل شانہ' کی مدد اس کے شامل حال رہتی ہے۔ اور جب تک اللہ جل شانہ' کی مدد کسی کے شامل رہے' اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بلاشبہ یہ کھلی حقیقت ہے کہ اللہ جل شانہ' کسی کا مددگار ہو جائے تو اس کو کب کسی دوسرے کی مدد کی احتیاج باقی رہ سکتی ہے۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک حدیث میں الفاظ آئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا فرما چکا تو رحم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ جو لوگ قطع رحمی کریں گے' ان کے بارے میں فریاد رسی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والے کو میں اپنے سے ملا لوں گا' یعنی اپنا بنالوں گا۔ اور قطع رحمی کرنے والے کو اپنے سے کاٹ دوں گا' یعنی وہ میرے محبوبین میں سے نہ ہوگا۔ اور یہ بات طے فرمائی کہ ایسا ہی ہوگا' اور پھر رحم سے فرمایا! کیا تو اس سے خوش ہے۔ رحم نے کہا' ہاں میں خوش ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی بہت بڑے وبال کا باعث ہے۔ افسوس کہ آج کل لوگ اپنوں سے تعلق خراب رکھتے ہیں اور غیروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ اپنے رشتہ دار ہیں' قریب کے ہوں یا دور کے محبت اور صلہ رحمی کے اعتبار سے مقدم ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (سورۂ محمد)

"پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو فساد کرو گے زمین میں اور قطع کرو گے اپنے رحموں کو۔"

قطع رحمی کی برائی اور مذمت اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ آیت میں فرمایا کہ اگر تم با اقتدار ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو گے اور رحموں کو قطع کرو گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم (یعنی رشتہ قرابت) کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے۔ پس جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑ دوں گا' اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے۔ پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں' جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر کیا ہے۔ آج کی دنیا میں مسلمان پریشان کن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت سے محرومی کا منظر ہر جگہ نظر آرہا ہے۔ بلاشبہ یہ قطع رحمی کا وبال ہے' جو ہم دنیا میں بھگت رہے ہیں' کیونکہ قطع رحمی کی سزا دنیا میں بھی بھگتنی ہی پڑتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے خاندانوں میں برسہا برس گزر جاتے ہیں اور آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے۔ آپس میں قتل و خون تک ہو جاتے ہیں۔ اور مقدمہ بازی اُن کا مشغلہ بن جاتی ہے۔ دو بھائی کچہری میں دشمن بنے کھڑے ہوتے ہیں' اور کہیں چچا بھتیجے اور خالہ زاد چچا زاد بھائی آپس میں دست و گریبان ہوتے ہیں۔ ہر جگہ بھائی بہن میں نفاق ہے' نہ سلام ہے نہ کلام ہے۔ آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔ بھلا ان چیزوں کا اسلام میں کہاں گزر ہے۔ اگر صلہ رحمی کے اصول پر چلیں تو ہر لڑائی ختم ہو جائے' لیکن ایسا نہیں کرتے۔ ان کی آپس کی قطع رحمی کے نتائج آنے والی نسلوں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

> **حدیث میں ہے کہ کسی بھی گناہ کی سزا اللہ جل شانہ' آخرت پر مؤخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا بہت جلد دنیا میں دے دیتے ہیں**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے رب سے ڈرتا رہا اور صلہ رحمی کرتا رہا' اس کی عمر میں تاخیر کی جائے گی' اور اس کا مال زیادہ ہوگا' اور اس کے خاندان کے لوگ اس سے محبت کریں گے۔ (بخاری)

یہاں بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے رب سے ڈرتا رہا ہے اور صلہ رحمی کرتا رہا' دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو تین طرح کے انعام دے گا۔ پہلا انعام تو یہ کہ اس کی عمر میں زیادتی ہوگی۔ دوسرا انعام یہ کہ اس کا مال زیادہ ہوگا۔ اور تیسرا انعام یہ ملے گا کہ اس کے خاندان کے لوگ اس سے محبت کریں گے۔ عمر میں اور رزق میں زیادتی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص مرتا ہے۔ اور دنیا کی ساری کوششیں انہی دو چیزوں کی خاطر ہیں۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کے لئے بہت آسان تدبیر بتا دی کہ آدمی صلہ رحمی کیا کرے' دونوں تمنائیں پوری ہوں گی۔ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کے حق ہونے کا یقین ہے تو پھر عمر اور رزق میں اضافہ ضرور ہوگا۔ ان دو چیزوں کے خواہش مندوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو میسر ہو' اقربا پر خرچ کرنا چاہیے کہ اس سے رزق میں زیادتی ہوگی اور عمر میں بھی اضافہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

احادیث میں مذکور ہے کہ جو شخص قطع رحمی کرتا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر قطع رحمی کرنے والا شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہو تو اس پوری مجلس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ جب دعا کرنے لگتے تو دعا سے پہلے تین دفعہ کہتے کہ اگر کوئی ایسا شخص اس مجلس میں بیٹھا ہے جو قطع رحمی کر رہا ہے تو وہ ہمارے درمیان سے اُٹھ جائے' کیونکہ قطع رحمی کرنے والے کی وجہ سے سب کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح قطع رحمی کرنے والے کا کوئی نیک عمل بھی قبول نہیں ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو۔ جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں' اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہ اپنی رحمت روک لیتے ہیں۔ بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے' بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں' جس سے پوری قوم اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

حدیث مبارک میں ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں جن کے کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں میں سزا ملتی ہے' وہ گناہ ظلم اور قطع رحمی ہیں۔ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ' ہر گناہ کی جب چاہیں مغفرت فرما دیتے ہیں' مگر والدین کی قطع رحمی کی سزا مرنے سے پہلے دے دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ جل شانہ' آخرت پر مؤخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا بہت جلد دنیا میں دے دیتے ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی میں
روشن خیالی کی برسات

عرفان صدیقی

جس طرح کوئی نہیں جانتا کہ ''دہشت گردی'' کیا ہے اور ''انتہا پسندی'' کسے کہتے ہیں' اسی طرح کسی کو معلوم نہیں کہ ''روشن خیالی'' کس خوش جمال پَری کا نام ہے' وہ کس کوہِ قاف میں بسیرا کرتی ہے اور ہماری غریب وسادہ سی بستیوں کو کس طرح کے شوخ وشنگ رنگوں میں رنگ دینے کے درپے ہے۔ مصدّقہ معلومات اور مسلّمہ لُغت سے آگاہی نہ ہونے کے باوجود گردوپیش کے مشاہدے کی بنا پر عوام الناس کا تاثر یہ ہے کہ دہشت گردی کا بیج صرف اُن زمینوں میں پھوٹتا ہے جہاں ہر بستی میں میناروں اور گنبدوں والی عمارتیں کھڑی ہوتی ہیں' جہاں کی فضاؤں میں کم از کم پانچ بار اللہ کے نام کی پکار گونجتی ہے اور جہاں کچھ سر پھرے سے لوگ امریکی لشکروں کے گلے میں تازہ گلابوں کے ہار ڈالنے کے بجائے اُن سے ٹکرانے کی کوشش کرتے اور غاصب قرار دے کر اپنی زمینوں سے باہر دھکیلنا چاہتے ہیں۔ 'انتہا پسندی' سے مراد ہے اپنی دینی' تہذیبی' نظریاتی اور ثقافتی تشخص سے جڑے رہنا اور مغرب کے اُس چلن کو اختیار کرنے سے انکار کر دینا جس نے خود مغرب کو حرص وہوس کی چراگاہ بنا دیا ہے اور ''جنسی بھوک'' نے معاشرے کی ساری اُجلی اقدار کو لپیٹ میں لے لیا ہے اور ''روشن خیالی'' کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ ہم سارے سرمایۂ فکر ونظر اور اثاثۂ ایمان وایقان سے دستکش ہو کر آلودگی کے اُس ڈھیر میں چھلانگ لگا دیں جو انسان کو حقیقی شرف سے محروم کر کے حشرات الارض کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

روشن خیالی ہماری آنکھوں کو خاکِ مدینہ و نجف کے سُرمے سے نجات دلانے کے لئے سرگرم ہے' تاکہ وہ ان میں دانشِ فرنگ کے خیرہ کن جلوے سمو سکے۔ پاکستان جس طرح ''دہشت گردی'' اور ''انتہا پسندی'' کے لشکروں کا ہراوّل دستہ ہے اسی طرح وہ روشن خیالی کی سپاہ صدرنگ کا پرچم بردار بھی ہے۔ دنیا کے دوسو کے لگ بھگ ممالک میں سے یہ اعزازِ بلند صرف پاکستان کے پاس ہے کہ اُس کے فیصلہ سازوں اور حکمت کاروں نے اپنے آپ کو روشن خیالی کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ دینی مدارس کی ناکہ بندیوں' خطیبوں کی زباں بندیوں' مسجدوں کے انہدام اور نظامِ تعلیم کی تطہیر سے لے کر رقص وموسیقی کی محفلوں' مخلوط میراتھن اور پتنگ بازی کے خوش رنگ مظاہروں تک معاشرے کو روشن خیال بنانے کی ''مساعیٔ جمیلہ'' جاری ہیں بلکہ اب تو اس کا دائرۂ اثر حدود اللہ تک پھیل چکا ہے۔

> کس قدر افسوسناک بات ہے کہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اصول الدین میں نیوزی لینڈ سے درآمدہ غزالہ نامی ایک ایسی عورت کو تعینات کر دیا گیا ہے جو عالمی سطح پر ایک ہم جنس پرستی کی تحریک کی بانی ہے

کچھ عرصہ قبل میں نے فیصل مسجد اسلام آباد کی گمشدہ اذان عصر کا تذکرہ کیا تھا۔ ابھی تک یہ پتہ نہیں چلایا جا سکا کہ وہ ''اذان گم گشتہ'' کس روشن خیال کے فرمان شاہی کا نشانہ بنی۔ جہاں گنبدوں اور میناروں پر ہتھوڑے برس رہے ہوں وہاں ایک گم گشتہ اذان کا سراغ کون لگائے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اسلامی علوم اور فکر وتہذیب کے فروغ کے لئے قائم کی گئی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کن روشن خیالوں کے نرغے میں آ گئی ہے اور جن راہداریوں سے قرآن وحدیث کے زمزمے پھوٹا کرتے تھے' وہاں اب کیسی کیسی شرمناک روشن خیالیاں رقص کرنے لگی ہیں اور تو اور اس مملکت کو بھی معاف نہیں کیا جا رہا جس کی فراخدلانہ مدد سے فیصل مسجد تعمیر ہوئی اور بین الاقوامی معیار کی حامل یہ عظیم الشان جامعہ وجود میں آئی۔

گزشتہ ماہ یونیورسٹی کے طلبہ کا ایک وفد میرے پاس آیا اور ایسی ایسی کہانیاں سنا گیا کہ ابھی تک میرے اندر ایک لاوہ سا کھول رہا ہے۔ پھر یونیورسٹی کی طالبات کے ٹیلی فون آنے لگے۔ اچھے گھرانوں سے آنے والی یہ عفت مآب بیٹیاں پوچھ رہی تھیں کہ ''ہم کہاں جائیں؟ ماں باپ نے ہمیں قرآن وسنت کے مطابق عصر حاضر کے علوم سے آگاہی اور اپنی سیرت وکردار کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے یہاں بھیجا تھا لیکن یہاں تو ہمیں روشن خیالی کا وہ درس دیا جا رہا ہے جو پاکستان کے کسی سب سے ماڈرن تعلیمی ادارے میں بھی نہیں دیا جا سکتا۔ یونیورسٹی کے تدریسی عمل سے فارغ ہو کر اپنے تحقیقی مقالے کی تیاری میں مصروف ایک طالبہ نے مجھے ایسا مواد بھیجا کہ اِسے پڑھتے ہوئے بھی میری پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔

اب تو ایک انگریزی اخبار نے بھی اس مواد کی نبیاد پر تیار کی گئی اپنی تفصیلی رپورٹ میں بتا دیا ہے کہ اسلامی یونیورسٹی میں کیسے کیسے گل کھلائے جا رہے ہیں اور قوم کی معصوم بیٹیوں کو کن راہوں کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ روشن خیالی کے ترقی دادہ بیج کی تخم ریزی کے لئے ڈاکٹر غزالہ انور نامی ایک خاتون کو نیوزی لینڈ سے درآمد کر کے یونیورسٹی کے شعبۂ ''اصول الدین'' میں تعینات کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے باہر کی درس گاہوں سے کسبِ فیض کیا اور باہر ہی کے تعلیمی اداروں میں ''اسلام'' کی تعلیم دیتی رہیں۔ پاکستان تشریف لانے سے قبل وہ نیوزی لینڈ کی یونیورسٹی آف کینٹر بری کے ''سکول آف فلاسفی اینڈ ریلیجس سٹڈیز'' میں پڑھا رہی تھیں۔ ابھی یہ جاننا باقی ہے کہ اُن پر کس کی نگاہِ انتخاب پڑی اور کس نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی یونیورسٹی میں انتظامی سطح کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کے عمل کو بھی ''انقلابی'' فکر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انتظامی محاذ کے ''مردانِ کار'' کے ساتھ ساتھ تدریسی عمل کے لئے ''زنانِ بے مہار'' کا انتخاب ضروری ٹھہرا۔

ڈاکٹر غزالہ انور عالمی سطح کی ایک ایسی تحریک کی بانی ہیں جس کا مقصد مسلم معاشرے میں ''ہم جنس پرستی'' یا 'ہم جنسی' کو فروغ دینا ہے۔ اس تحریک کا نام (باقی صفحہ 17 پر)

> روشن خیالی'' کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ ہم سارے سرمایۂ فکر ونظر اور اثاثۂ ایمان وایقان سے دستکش ہو کر آلودگی کے اُس ڈھیر میں چھلانگ لگا دیں جو انسان کو حقیقی شرف سے محروم کر کے حشرات الارض کے درجے تک پہنچا دیتا ہے

☆ فریضۂ شہادت علی النّاس سے کیا مراد ہے؟ ☆ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

☆ کیا صدقات وعطیات سے مسجد کی تزئین و آرائش جائز ہے؟

☆ کیا اعضاء کی پیوندکاری کی اسلام میں اجازت ہے؟ ☆ جہاد وقتال میں کیا فرق ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ (کامران خان)

ج: ویسے تو دینی ذمہ داریاں یا دینی فرائض کی فہرست کافی طویل ہے' لیکن ہم اگر ان تمام فرائض کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ یہ ہیں کہ (1) ہم صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ (2) اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیں (3) اسی عبادت رب پر مبنی نظام کو قائم کریں۔

س: جہاد اور قتال میں کیا فرق ہے؟ (نعیمہ بی بی)

ج: لفظ جہاد باب مفاعلہ سے مصدر ہے اور اس کا مادہ ''جہد'' ہے جس کا معنی کوشش کرنا' باب مفاعلہ میں اس کا معنی کسی کے بالمقابل کوشش کرنا کے ہوتے ہیں۔ اسی لیے غلبۂ دین یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے۔ جس کی ایک صورت قتال بھی ہے۔ اگرچہ جہاد کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے لیکن یہ قرآن وسنت میں قتال کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لیے جہاں بھی جہاد کا لفظ آئے تو اس سے مراد اس کا عمومی معنی نہیں ہوتا جیسا کہ مدنی سورتوں میں جہاد لفظ قتال ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے جبکہ مکی سورتوں میں یہ اپنے عمومی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بہرحال جہاد بمعنی قتال قرآن وسنت اور اسلامی لٹریچر میں اس قدر کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ قرائن' سیاق وسباق اور دلائل کی بنیاد پہ یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ لفظ قرآن وسنت میں کس معنی میں استعمال ہوا ہے' اپنے عام معنی میں یا خاص معنی میں۔

س: فریضۂ شہادت علی الناس سے کیا مراد ہے؟ ایک مسلمان اسے کس طرح ادا کر سکتا ہے۔ (عرفان اللہ)

ج: شہادت علی الناس سے مراد لوگوں پر حجت قائم کر دینا' یعنی لوگوں تک اللہ کا دین پہنچانے کی ذمہ داری ادا کر کے ان کے حق میں کسی بھی ایسے عذر کو باقی نہ چھوڑنا کہ جس کو وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں عذر بنا سکیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: 165) ''اور ہم نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بنا کر بھیجے تا کہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔'' ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ انفرادی سطح کا کام ہے جبکہ شہادت علی اسی کی اجتماعی شکل ہے۔ جب امت دعوت وتبلیغ کا کام اجتماعی سطح پر کرے گی اور دوسری اقوام عالم تک اللہ کے پیغام کو پہنچا کر ان پر دین قائم کرے گی تو یہ شہادت علی الناس ہے۔

س: کیا اعضاء کے عطیہ دینے اور پیوندکاری کی اسلام میں اجازت ہے؟ (ریاض احمد خان)

ج: یہ مسئلہ علماء کے درمیان اختلافی ہے۔ بہرحال جمہور مصلحت ومفاد عامہ کی خاطر اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

س: پاکستان میں نفاذِ اسلام کا وعدہ ہمارے بزرگوں نے کیا تھا جو پورا نہیں کیا۔ اس کوتاہی پر ہم کیوں گناہ گار یا عذاب الٰہی کے سزاوار ہیں؟ (شہریار)

ج: ہم صرف اس وجہ سے پاکستان میں اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے مکلف نہیں ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ وعدہ کیا تھا بلکہ ہمارے اوپر تو یہ ذمہ بحیثیت قوم کے اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے۔

س: کیا لوگوں کے صدقات وعطیات سے مسجد کی تزئین و آرائش پر مال خرچ کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟ (نعیم)

ج: مساجد کی غیر ضروری تزئین و آرائش سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ آپؐ کی حدیث ہے جو کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ ''ماأمرت بتشييد المساجد'' مجھے مساجد کی تزئین و آرائش کا حکم نہیں دیا گیا۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی' جب تک کہ لوگ ایک دوسرے پر مساجد کے معاملے میں فخر نہ کریں۔

COVER UP

HIJABS

سکارف' گاؤن' عبایہ

1 بجے دوپہر تا 8 بجے رات

LG-59, Al-Latif Center, Main Blvd, Gulberg Lahore.

Contact: 042:5781319

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

اسرہ ڈیفنس ii لاہور کا درس قرآن

21 جنوری 2007 بروز اتوار تنظیم اسلامی چھاؤنی کے اسرہ ڈیفنس ii کے نقیب راحیل محمود بھٹی کی رہائش گاہ پر بعد نماز ظہر درس قرآن کا پروگرام ہوا۔ جس میں 5 رفقاء سمیت تقریباً 80 مرد و خواتین نے شرکت کی۔ اس سے پروگرام میں اسرہ ڈیفنس i کے نقیب نعیم غفور شیخ اور امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن ڈاکٹر غلام مرتضیٰ بھی خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ درس قرآن انجینئر محمد علی نے دیا۔ آپ نے سورۂ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کے حوالے سے تقویٰ، حبل اللہ، مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے دعوت دین کے لیے فرد اور معاشرہ کی ذمہ داریاں واضح کیں۔

بعد ازاں شرکاء میں ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق اور ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے کتابچے بھی تقسیم کیے گئے۔ راحیل محمود بھٹی نے شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے درخواست کی کہ وہ ہر ماہ اس درس قرآن میں شریک ہوا کریں۔ آخر میں کی تواضع کی گئی۔ نماز عصر کے ساتھ ہی یہ ایمان افروز محفل اختتام پذیر ہوئی۔

(مرتب: ریاض حسین)

بقیہ: کالم آف دی ویک

"LESBIAN, GAY, BISEXUAL, TRANSGENDER INTERSEX AND QUESTIONING (LGBTIQ)" ہے۔ ڈاکٹر غزالہ روشن خیالی کی معراج کمال پر پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ عورتوں کے امام ہونے کی بھی سرگرم مبلغ ہیں اور کینیڈا، امریکہ، نیوزی لینڈ اور کئی دوسرے ممالک میں عورتوں کی امامت بھی کرا چکی ہیں۔ ویب سائٹ پر موجود ان کے ایک لیکچر کا فرمودہ ہے: ''ہم جنسی اختیار کرنے والی لڑکیوں اور ہم جنسی اختیار کرنے والے لڑکوں کو اپنے عقیدے کی پختگی اور ارادوں کی معصومیت اور ان کے کاموں کی خیر و بھلائی کے حوالے سے جانچا جانا چاہیے جس طرح باقی مسلمانوں یا عام انسانوں کو جانچا جاتا ہے۔ مسلم معاشرے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم جنسی کوئی گناہ نہیں ہے۔'' ڈاکٹر غزالہ انور نے ''انسائیکلوپیڈیا آف ہوموسیکسوایلٹی'' میں ایک خصوصی مضمون بھی لکھا ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ ''ہم جنس پرست اقلیت ہیں، جس کا احترام کیا جانا چاہیے'' ڈاکٹر صاحبہ امریکن اکیڈمی آف ریلیجنز کی سٹیرنگ کمیٹی برائے خواتین، ہم جنس پرستی اور مذاہب'' کی رکن بھی ہیں۔

ڈاکٹر غزالہ کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے شعبۂ ''اصول الدین'' میں تدریس کے لئے چنا گیا ہے۔ یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر انوار حسین صدیقی کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر غزالہ کا تقرر انہوں نے نہیں، ہائر ایجوکیشن کمیشن نے کیا ہے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے سربراہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کا کہنا ہے کہ ''میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنا ہے۔'' لیکن ڈاکٹر انوار صدیقی کا کہنا درست ہے کہ بے مہار روشن خیالی کی اس ''مبلغہ'' کا تقرر ہائر ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے ہوا ہے۔

اخباری رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر غزالہ سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے نظریات کی توثیق کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''میں نے فروغ امن کے اسلامی نظریے اور باہمی تصادم کے ازالے کے لئے ہائر ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے دی گئی ذمہ داری قبول کی ہے۔ یہ درست ہے کہ میری تقرری غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ ٹوپی میں بھی ہوئی لیکن اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر اور صدر مشرف نے علمی و فکری آزادی کے اصول پر میری بھرپور مدد کی، لہٰذا میں نے اسلامی یونیورسٹی میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر غزالہ کو ترقی دے کر ''اصول الدین'' کا ڈپٹی ڈین بنا دیا گیا ہے اور اسلامی یونیورسٹی کی عفت مآب بیٹیاں روشن خیالی کی برسات میں شرابور ہو رہی ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

فلک سیر (ٹورسٹ) **ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ**

ملم جبہ، سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے، روشن کمرے، نئے قالین، عمدہ فرنیچر، صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے، اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن، جی ٹی روڈ، امان کوٹ، مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056، ہوٹل: 0946-835295، فیکس: 0946-720031

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابل اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی / **Elisa Method** کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED
CLINICAL LAB
BY MOODY
INTERNATIONAL

ملتزم اور مبتدی رفقاء کے لیے تربیت گاہ

بمقام: مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور

11 فروری بروز اتوار نماز عصر تا **17** فروری **2007**ء بروز ہفتہ نماز ظہر منعقد ہو رہی ہے (ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ ملتزم و مبتدی رفقاء شمولیت اختیار کریں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: 0321-7061586 042-6316638-6366638

بنگلہ دیش میں انتخابات کا التوا

بنگلہ دیش ہائی کورٹ نے آئندہ پارلیمانی انتخابات کو تین ماہ تک ملتوی کر دیا ہے۔ ہائی کورٹ میں ایک شہری قاضی محمد نے یہ پٹیشن دائر کی تھی کہ الیکشن کمیشن نے 1972ء میں بننے والے رپریزنٹیشن آف پیپل آرڈر اور سپریم کورٹ کی ہدایات کے مطابق انتخابی قوانین نہیں بنائے ہیں۔ ہائی کورٹ نے قاضی محمد کے استدلال سے اتفاق کرتے ہوئے انتخابات ملتوی کر دیئے اور الیکشن کمیشن سے جواب طلب کیا ہے کہ ایسے قوانین کیوں بنائے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ ان قوانین کے خلاف عوامی لیگ وسیع پیمانے پر احتجاج کر چکی ہے جن کے باعث عبوری صدر کو استعفیٰ دینا پڑا۔

طالبان کو مذاکرات کی دعوت

افغان صدر حامد کرزئی نے طالبان کو دعوت دی ہے کہ وہ ان سے امن مذاکرات کریں۔ یہ دعوت اس خدشے کے تحت دی گئی ہے کہ آمدہ موسم بہار میں طالبان کے بڑے حملے کا خطرہ ہے۔ طالبان کے احیا نے سبھی کو حیران کر دیا ہے اور افغان صدر سمیت امریکی حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ پاکستانی حکومت کے تعاون سے طاقت ور ہوئے ہیں۔ پاکستان اور طالبان دونوں اس بات سے انکاری ہیں۔

پچھلا سال اتحادیوں پر بہت برا گزرا' اور طالبان نے چار ہزار مخالفین کو ہلاک کر ڈالا۔ ان میں 170 غیر ملکی فوجی بھی شامل ہیں۔ مرنے والوں میں سے بیشتر خودکش حملوں کے باعث ہلاک ہوئے۔

فلسطین کی صورت حال

فلسطین میں صورت حال بڑی خراب ہے اور فلسطینیوں کی دو بڑی سیاسی جماعتوں' حماس اور الفتح کے کارکنوں کے درمیان خونی جھڑپیں ہونے لگی ہیں۔ پچھلے چند دن کے دوران ان جھڑپوں میں متعدد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہ حالات فلسطین کے مستقبل کے سلسلے میں خوشگوار نہیں۔

اس وقت اسرائیلی حکومت پر برا وقت آیا ہوا ہے۔ اس کی فوج لبنان میں شکست کھانے کے بعد شکست خوردگی کا شکار ہے۔ اس کا سربراہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اُدھر اسرائیلی صدر کو جنسی سکینڈل کا سامنا ہے اور اس پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ صیہونی وزیر اعظم اولمرٹ بھی مختلف قسم کی چھان بینوں کی زد میں ہے۔

اگر آج فلسطینی متحد ہوتے' تو اسرائیلیوں سے اپنے مطالبات منوانے کا یہ بڑا اچھا وقت تھا' مگر بدقسمتی سے ان میں پھوٹ پڑ گئی جو شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اب یہ فلسطینی لیڈروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہوش و حواس سے کام لیں اور اس نازک وقت میں سنبھل کر چلتے ہوئے اپنی قوم کو مشکل سے نکالیں۔

عراق: تشدد میں اضافہ

28 جنوری کو امریکی اور عراقی افواج نے نجف میں حریت پسندوں کے خلاف ایک بڑا آپریشن کیا جس کی لپیٹ میں آ کر تین سو سے زائد افراد ہلاک ہو گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ دوران لڑائی شیعہ سنی مل کر امریکی فوجیوں سے لڑتے رہے۔ اور یہ بات عراقیوں اور مسلمانوں کے لیے خوشگوار ہے کہ آخر عراقی باشندوں کو عقل آ گئی ہے اور وہ آپس میں اتحاد کر کے حملہ آوروں کو باہر نکالنا چاہتے ہیں۔

اُدھر صدر بش عراق سے نکلنے کو تیار نہیں اور وہاں مزید فوجی بھجوا رہے ہیں۔ سارا امریکا اس عمل کے خلاف ہے مگر وہ شاید ضد میں آ کر کوئی بات' مشورہ یا تجویز نہیں سن رہے۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ یہی ہٹ دھرمی آخر صدر بش کو لے ڈوبے گی اور وہ شاید طبعی موت نہیں مریں گے۔ انہوں نے پوری دنیا میں اپنے اتنے دشمن بنا لیے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ عراق میں تبھی امن قائم ہو سکتا ہے جب امریکی حکومت مشرق وسطیٰ کے سلسلے میں اپنی پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کرے گی۔ فی الوقت وہ اسرائیل کی بھرپور حمایت کر رہی ہے اور ایران و شام پر لعن طعن کرنے میں مصروف ہے۔ بے شک عرب ممالک ایرانی و شامی حکومت سے خائف ہیں' تاہم ان کے عوام دونوں ملکوں کے حامی ہیں۔ اگر امریکا نے ان کے خلاف کوئی قدم اٹھایا' تو یقیناً مشرق وسطیٰ بھڑکتا ہوا آتش فشاں بن جائے گا۔

احمد آباد حملوں کے چار برس

فروری 2002ء میں انتہا پسندوں نے گجراتی شہر احمد آباد میں آباد مسلمانوں پر حملے کیے تھے' جس سے سینکڑوں مسلمان جاں بحق ہو گئے تھے۔ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ بھارت کی انتہا پسند جماعتوں نے یہ قتل عام منظم منصوبے کے تحت کیا تھا اور اب تک ہزاروں مسلمان اس کے صدمے اور اثرات سے نکل نہیں پائے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 23 ہزار سے زائد مسلمان اپنے گھر آنے سے خوفزدہ ہیں اور مہاجر بستیوں میں زندگیاں گزار رہے ہیں۔ انہیں خطرہ ہے کہ ان کے ہندو پڑوسی پھر ان پر حملہ کر دیں گے۔

بھارت میں صدر سے لے کر غیر سرکاری اداروں تک نے صوبہ گجرات کی انتہا پسند ہندو حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی بحالی کے لیے اقدامات کرے' مگر وہ ایک کان سے سنتی اور دوسرے سے نکال دیتی ہے۔ آج بھی احمد آباد کے مسلمان خوف و دہشت کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ صورت حال ان ''روشن خیال'' پاکستانیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جنہیں پاکستان کے قیام میں کوئی مقصد نظر نہیں آتا اور وہ دونوں ممالک کا وفاق چاہتے ہیں۔

اسرائیل کا پہلا مسلمان وزیر

اسرائیلی حکومت نے لیبر پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان رکن' غالب ماغدلہ کو اسرائیل کا پہلا مسلمان وزیر مقرر کیا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ اس طرح اسرائیلی عرب اپنے وطن کے زیادہ قریب ہو سکیں گے۔ لیبر پارٹی کے سربراہ اور اسرائیل کے وزیر دفاع امیر پیریٹز نے اس اقدام کو تاریخی اور امن کی طرف اہم قدم قرار دیا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ آنے والے دنوں میں اسرائیلی کابینہ میں مزید تبدیلیاں کی جائیں گی تاکہ وزیر اعظم اولمرٹ اپنی حکومت کو سنبھالا دے سکیں۔

صومالیہ میں امن قائم نہیں ہوا

طویل خانہ جنگی کے بعد 2004ء میں صومالیہ میں عبوری حکومت بنی تھی جس کے صدر سابق جنگی سردار عبداللہ یوسف بنے۔ تاہم یہ حکومت بیشتر قبائلیوں کی حمایت سے محروم اور ایک مختصر علاقے تک محدود تھی۔ پچھلے سال جب دارالحکومت موغادیشو اور جنوبی صومالیہ پر اسلام پسندوں نے حکومت بنائی' تو امریکا اور اس کے حواریوں کے کان کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ایتھوپیا کو آگے بڑھایا تاکہ وہ عبوری حکومت کی مدد کرنے کے بہانے صومالیہ پر حملہ کر دے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

اب عبوری حکومت ایتھوپیائی فوج کے سہارے قائم ہے مگر صومالیہ میں وہ امن و امان عنقا ہے جو اسلام پسندوں نے قائم کر دیا تھا۔ عام صومالی اسی لیے ان کے گن گانے لگے تھے' اب نہ صرف اسلام پسند ایتھوپیائی فوج کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں میں مصروف ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ قبائل بھی مل گئے جو غیر ملکیوں کو اپنے وطن میں نہیں دیکھنا چاہتے۔

وولسائی جرگے کا فیصلہ

افغانستان کے ایوان زیریں (وولسائی جرگے) نے پچھلے دنوں ایسی قرارداد منظور کر لی ہے جس کے ذریعے پچیس سال سے جاری افغان خانہ جنگی میں ملوث رہنماؤں کو معافی دے دی گئی ہے۔ آئینی ماہرین کے مطابق چونکہ یہ معافی سبھی کو ملی ہے لہٰذا رہنماؤں میں طالبان کے لیڈر ملا عمر اور پختونوں کے مشہور رہنما گلبدین حکمت یار بھی شامل ہیں۔

قرارداد کی حمایت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اسی طرح افغانستان میں اتحاد قائم ہونے میں مدد ملے گی' جو آپس کی لڑائیوں کے باعث تباہ ہو چکا ہے۔ تاہم مخالفین کہتے ہیں کہ اس طرح خطرناک مجرموں کو بھی معافی مل گئی ہے۔ یوں دوسروں کو یہ غلط پیغام ملا ہے کہ جتنے مرضی جرائم کرتے رہو بعد ازاں معافی مل ہی جائے گی۔ یاد رہے کہ حزب اسلامی نے عام معافی کے اس فیصلے کو مسترد کر دیا ہے۔ حزب کے ترجمان کا کہنا ہے کہ افغان حکومت امریکہ کی کٹھ پتلی ہے۔ اُسے کسی قسم کے فیصلے کا کوئی حق نہیں۔

نامے میرے نام

محترم المقام ڈاکٹر صاحب
السلام علیکم!

قرآنِ پاک میں اللہ پاک کا حکم ہے کہ پورے کے پورے دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی سیاست' معیشت اور معاشرت سب دین کے تابع ہوں۔ مگر افسوس اپنے دیس میں ہی نہیں ساری دنیا میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ سیاسی جماعتیں ہی نہیں مذہبی جماعتیں بھی غیر موثر ہیں۔ کیونکہ پیغمبر انقلاب ﷺ والی جدوجہد کا کہیں نام ونشان نہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ تمام برائیاں عروج پر ہیں۔ صورت حال انتہائی خوفناک ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ اور قرآن سے دوری بڑھتی جا رہی ہے اور دین کی بنیادی تعلیمات تک کی لوگوں کو خبر نہیں۔ یہاں تک کہ اکثر نمازی ایسے ہیں جنہیں نماز ترجمہ کے ساتھ نہیں آتی۔ اکثر حفاظ کرام کی بھی یہ حالت ہے کہ انہیں قرآنِ پاک کی ایک سورت کا بھی ترجمہ نہیں آتا۔ قرآنِ پاک میں ہے کہ اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو اس کی خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی کتاب کی پیروی کرو۔ پیروی کرنے کے لئے قران پاک کا ترجمہ کے ساتھ پڑھنا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اللہ پاک کے دیئے ہوئے قرآنِ پاک پر سنتِ رسول ﷺ کے مطابق عمل کر کے ہی ہم اللہ پاک کے ہاں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

والسلام

جاوید

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفقائے تنظیم اسلامی لاہور کے پیارے دوست ساجد رانا گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انہیں ہیپا ٹائٹس سی کا مرض لاحق ہو گیا تھا اور ان کے گردے فیل ہو گئے تھے۔ رفقاء واحباب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حساباً یسیراً

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ لاہور میں مقیم سیدُ سنی خاندان کی 35 سالہ' ایم اے بیٹی کے لئے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 042-8406979 0333-4044039

☆ لاہور کی رہائشی 28 سالہ لڑکی' تعلیم میٹرک کے لئے دینی مزاج کا حامل موزوں رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ محمد ذکاء اللہ: 0333-4204090

قرآن کا پیغام — خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم

کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن' حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر' بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔ **ان شاء اللہ**

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔ 750 روپے ﴿TDK کیسٹ﴾

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد' منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیم اسلامی
A/67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔
فون نمبرز 6316638/6366638 فیکس: 6271241
Email:markaz@tanzeem.org
websit:www.tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL-50 No.05

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Dr. Israr Ahmad

The Way to Save Pakistan

Even those much optimistic about the Future of Pakistan, now feel distressed in view of the dire consequences of our u-turn after nine eleven were witnessed. Our track record of going from bad to worst is so compelling that one can not but help thinking that Pakistan might be leading to its demise. The demise of a country – it may be mentioned –does not mean the disappearance of its land from the face of the earth. Rather, it means either balkanization of a country or loss of its sovereignty. The Ottoman Empire and the USSR were the prominent examples of balkanization during the last century, and as a result of it, they are no more existing on the world map with their names and boundaries. In the later case, though the boundaries and name of a country remains intact, like that of Nepal, Bhutan etc. but it is not considered an independent and sovereign country to make policies and decisions to run their affairs according to the wishes of their people.

Under these circumstances, it is no surprise that the countdown of Pakistan had already started. The main reason of that was that we left behind the aim and objective for which Pakistan was created. We wanted Pakistan to demonstrate a practical model in the present times, based on the principles of freedom, fraternity and equality of Islam so that it may function as a lighthouse for the world at large. But once the Pakistan came into being, we pursued worldly gains. There was darkness all over the world and the mankind was in search of a light to live in a peaceful and friendlier atmosphere. The humankind had wandered from Monarchy to Democracy and from Capitalism to Communism in search of a just order but to no avail. It was only Islam that can provide honor and dignity to the man.

We were a single people against the Hindu majority and fought them on the basis of 'Two Nation Theory' for a separate homeland but when we got a separate piece of land, every one started running after gratification of ones whims and desires. We did not remain a single nation, and as a consequence of it, were divided into several nationalities. Our breach of the covenant with God: making Pakistan a lighthouse of justice and fair play, made us a hypocrite people, a nation of liars, which no one wanted to trust or rely upon. The more the one among us became an eminent and powerful the more he was considered a liar and a cheat. We became hypocrite both at an individual as well as national level.

Due to this disease of hypocrisy, we met with a humiliating defeat at the hands of Hindus in 1971 that resulted in the separation of East Pakistan. The East Pakistan not only separated from us but also washed its hands from the name 'Pakistan' and became Bangladesh. Since we did not learn any lesson from that, we now stand at the verge of another breakup – even at a larger scale.

Besides our own doing, there is an external factor also involved in our failure. The main force behind that factor is Israel, who wanted to dominate the Arabs in particular and the Muslims at large and had full support of the American government, specially the neo-cons. Their ultimate aim was to make Pakistan an Indian satellite like Nepal and Bhutan by neutralizing its nuclear capability, whether by military attacks or by mere threats. They didn't like a militarily strong Muslim country in the region as a danger to their nafeorious designs.

In order to entrap the Muslims and to destroy or occupy them, Israel staged the 9/11 incidents and cunningly diverted it to non-existent 'Al-Qaeda' with the use of powerful media. The name of Al-Quaeda was first heard from President Bush on 9/11, otherwise no one knew of any organization or a group with this name prior to that. Accordingly, Pakistan was threatened to become a front line state against Afghanistan to which President Musharraf surrendered on a single phone call from the Pentagon and took a U-turn against a Muslim country.

It was true that no country would have faced the American might except those who had firm belief in God. We were supposed to have faith and trust in Allah only, as Allah is the Sovereign of this earth and the whole universe, not the America. America though, claimed to be the sovereign of this earth but that was only a dajjaliat, a deception. But we had no face to seek Allah's help due to our betrayal for not making Pakistan an Islamic state.

Even now, if Allah decides to support us, no one can overcome us. Allah can help us out from nowhere. Only Allah can save us from everywhere. The condition is that we put our trust in Him, and remain steadfast. If we repent, turn towards Allah and make a determination to fulfill our promise of making Pakistan a true Islamic state, the mercy and the blessing of Allah will come to us. Of course, it will take time to reach that stage but we can immediately start with the Constitution by making it Islamic to serve as a mean to our collective repentances. Article 227 for example, which, reads that "No legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah", was already part of the Constitution of Pakistan. Later, the Objective Resolution was also made part of the constitution as Article 2-A yet there are many loop holes left in the constitution which need to be rectified in order to make these articles fully operative. An addition can be made for this purpose after Article 2-A to the effect that it will take precedence over all other provisions of the constitution, for example and Article 227 can directly be linked with Article 2-A, as Article 2-B.

In the same manner, the Constitution of Pakistan, Family Laws and Civil and Criminal Procedural Codes, which were exempted from the jurisdiction of the Federal Shariat Court, should be placed under its jurisdiction and its status should be raised to the level of High Courts.

At an individual level also, being a Muslim, each of us should try to abstain from every kind of prohibitions, like interest (Riba), bribery, black-marketing, corruption, misappropriation, vulgarity, immodesty and lewdness etc. and make a commitment to discharge all our moral and legal duties.

America will not attack Pakistan just for not doing dog's duty for her. She can impose embargoes against us in order to bring financial hardships and sufferings upon us but as a people we will secure a respectable place in the world community if we could withstand the American tyranny.

(Courtesy: The Statesman, The Frontier Post, The Post, and The Nation)